امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 8 اپریل 2019ء بمطابق شعبان المعظم 1440ھ شمارہ 2

آپریشن الفتح

فتح عظیم کے علم کو بلند کرے گا

الفتح جہادی آپریشن کے آغاز کے متعلق امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

رواں سال کی نئی امیدیں!

شوراب معرکے کا گمنام ہیرو

اے راہِ حق کے مجاہد

بیت المقدس اور گولان کی پہاڑیاں

افغان تجربات سے سبق سیکھیں۔۔۔

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن ابی شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیحسن الی جارہ ومن کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ ومن کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا أو لیسکت ۔ [رواہ مسلم وروی البخاری بعضہ]

ترجمہ: سیدنا ابو شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی خاطر مدارت کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔

فرمان امیر المومنین شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

یہ حقیقت ہے کہ امریکا نے افغانستان پر ظالمانہ جنگ اور افغانوں پر تشدد کو طول دینے کی خاطر سترہ سال میں کسی قسم کے ہتھکنڈے اور ظلم سے دریغ نہیں کیا ہے۔ وہ اب بھی ہمارے دفاعی جہاد کو کمزور کرنے کے لیے چند فتنہ پرور بندوق برداروں کو استعمال کر رہا ہے۔ علماء کو مذہبی اجلاس کے نام پر مختلف ممالک میں جمع کر رہا ہے۔ دھرنے کے نام پر سادہ لوح افراد کو ورغلا کر قوم کی توجہ اپنے مظالم سے ہٹانا چاہتا ہے۔ ملک وملت کو تقسیم کرنے کے لیے مختلف سیاسی، نسلی اور لسانی بنیادوں پر دھڑے بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہم اپنی جائز جہادی مزاحمت کو حق سمجھتے ہوئے مطمئن ہیں کہ دشمن کے اس طرح کے ہتھکنڈے اس کی ناکامی کی نشانی ہیں۔ دشمن ہرگز افغان عوام کے جہادی اہداف کو پورا ہونے سے نہیں روک سکتا۔ افغان صدیوں سے باہم بھائیوں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔ افغانستان ہمارا مشترکہ گھر ہے۔ اس کا تحفظ، باہم اتحاد اور ہر قسم کی خفیہ اور اعلانیہ سازشوں کا سدباب سب افغانوں کی ذمہ داری ہے، تاکہ یہ ملک فتنوں کا شکار نہ ہو جائے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد۸/اپریل ۲۰۱۹/ شعبان ۱۴۴۰ / شمارہ ۲

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ	50	روپے
سالانہ	500	روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’ماہنامہ شریعت‘ امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی ’میڈیا و ثقافتی کمیشن‘ کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

الفتح آپریشن فتح عظیم کے علم کو بلند کرے گا	2
الفتح جہادی آپریشن کے آغاز پر امارت اسلامیہ کا اعلامیہ	3
بیت المقدس اور گولان کی پہاڑیاں	5
فوجی گھاس کھا رہے ہیں	7
مولانا سراج الدین علم کا خزانہ	8
رواں سال کی نئی امیدیں!	11
معرکۂ شوراب کا گمنام ہیرو	12
طالبان حملوں کا اثر	14
کرائسٹ چرچ حملہ، مقصد اور سبق	15
کابل لویہ جرگہ کے حقائق	17
افغان تجربات سے سبق سیکھیں	18
مذاکراتی عمل تیز کیا جائے	23
جنگی مجرموں کا پشت پناہ کون؟	24
جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک	25
ہلمند کی بہنیں	27
ہم کب انخلا کر رہے ہیں؟	28
ہمارا آئیڈیل طالبان ہیں۔	29
سوڈان: عمر البشیر کا درست فیصلہ	30
اے راہِ حق کے مجاہد	31
دشمن کے نظریات و افکار	33
کابل انتظامیہ امریکی انخلا کی مخالف	36
ملا محمد عمر مجاہد ایک حلیم الطبع انسان	37
مدرسہ، پگڑی، طیارے، بمباری	39
جنگی جرائم (مارچ 2019)	40
افغانستان مارچ 2019 میں	42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

الفتح آپریشن فتح عظیم کے علم کو بلند کرے گا

افغانستان میں امارت اسلامیہ کی جانب سے ملک میں موجود قابضین اوران کے کاسہ لیسوں اور کٹھ پتلیوں کے خلاف الفتح کے مبارک نام سے نئے بہار آپریشن کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ نئی منصوبہ بندی، نئے احساس، نئے جذبہ، نئے عزم اور نئی امنگوں سے لبریز یہ آپریشن اپنے پہلے دن سے ہی کامیابی کی طرف گامزن ہے اور دن بہ دن ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔

گزشتہ چند ہی دن میں مجاہدین نے ملک کے تمام تر صوبوں میں دشمن پر کاری ضربیں لگائی ہیں؛ دشمن کے کئی فوجی مراکز اور اڈوں پر قبضہ جمالیا ہے اور دشمن کو بڑے مالی اور جانی نقصانات سے دوچار کیا ہے۔ دشمن کے اعلیٰ حکام اس بات کے معترف ہیں کہ ملک کے اکثر صوبوں کو سقوط کا خطرہ ہے۔ صوبوں کا گورنر صوبہ کے اندرونی شہروں میں بائی روڈ سفر نہیں کر سکتا اور 34 صوبوں میں صوبائی حکومتیں صرف صوبوں کے مراکز تک محدود ہیں اور اضلاع میں ضلعی حکام اور متعلقہ اہلکار ضلعی دفاتر کے اندر محصور ہو کر رہ گئے ہیں جو امریکی اور دیگر قابضین کی موجودگی میں یہ مجاہدین کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

الفتح کے نام سے شروع کئے جانے والے آپریشن میں مجاہدین کو سختی کے ساتھ شرعی اصولوں کی پابندی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اصل ہدف اللہ تعالی کی رضا اور مقصد دشمن کا ناجائز قبضہ اور فساد ختم کرنا ہو گا۔ اس کے ساتھ ساتھ عام شہریوں کے مال وجان کی حفاظت کو بہت زیادہ مدنظر رکھا جائے گا۔ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے طالبان کی طرف سے اب تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا ہے جس میں عام شہریوں کی جانیں ضائع ہو گئیں ہوں۔

الفتح آپریشن میں صرف فوجی کارروائیوں پر توجہ مرکوز نہیں کی گئی بلکہ عسکری کارروائیوں کے ساتھ ساتھ دعوت اور ملی اردو، پولیس، اربکی ملیشا اور دیگر ناموں پر بہلا پھسلا کر لے جانے والے افغان جوانوں کو دشمن کی صفوں سے نکالنے کا منصوبہ اور پروگرام بھی شامل آپریشن ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دشمن کی صفوں میں اپنے فدائی جوانوں کو داخل کرنے کی بھی منصوبہ بندی کی گئی ہے، دشمن مجاہدین کی اس حکمت عملی سے کافی پریشان اور حواس باختہ ہے۔

عسکری کارروائیوں کے ساتھ الفتح آپریشن کے نشریاتی سلسلوں پر بھی کافی توجہ دی گئی ہے، امارت اسلامیہ کے ترجمان بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ مجاہدین کی ہر کامیاب عسکری کارروائی میڈیا کے ساتھ شیئر کرتے ہیں ، امارت اسلامیہ کے ذرائع ابلاغ مجاہدین کی ہر کارروائی بروقت نشر کرتے ہیں اور آڈیو ویڈیو شعبہ ہر کارروائی کی درست معلومات، تصاویر اور ویڈیوز عالمی میڈیا کو پہنچاتا ہے۔

ویسے تو جب سے صلیبی قابضین نے افغانستان پر حملہ کیا ہے اوران کے مقابلے میں مجاہدین کی جہادی صف منظم ہوئی ہے تب سے ہر دن مجاہدین کے لئے پہلے دن سے بہتر ثابت ہوا ہے، ہر سال دشمن کے لئے پچھلے سال سے زیادہ ہلاکت خیز ثابت ہوا ہے، اور ہر آنے والا بہار دشمن کے لئے پچھلے بہار سے خطرناک ٹھہرا ہے۔ جس کا اعتراف دشمن بھی کئی بار کر چکا ہے۔ لیکن یہ سال گزشتہ تمام برسوں سے ممتاز ہے، الفتح کے نام سے بہار آپریشن ایسے وقت میں شروع ہوا جب امارت اسلامیہ کو پہلے سے کئی بڑی اور تاریخی کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں اور دشمن نے اپنی طرف سے امارت اسلامیہ کو صلح اور مذاکرات کی درخواست دی ہے اور چاہتے ہیں کہ اس طرح سے عسکری میدان میں اپنی ناکامی پر پردہ ڈالیں۔

18 برس قبل جب افغانستان پر حملے کے لئے بنانے والے امریکی بہانے کو ختم کرنے کے لئے امارت اسلامیہ نے امریکہ کو مذاکرات کی دعوت دی تو اپنی طاقت و دولت پر مست امریکہ نے ان کی بات کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور نہ مادی لحاظ سے کمزور افغانوں کو اس قابل سمجھا کہ چند منٹ کے لئے ان کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھ جائے۔

لیکن افغانوں کی جدوجہد اور مقدس جہاد کی برکت سے امریکہ اور اس کے اتحادی شکست کھا گئے اور ان کے تکبر وغرور کے بلند و بانگ مینار، یوں زمین بوس ہو گئے کہ وہ خود امارت اسلامیہ سے مذاکرات کی درخواستیں کر رہا ہے اور بڑی عاجزی سے افغانستان سے نکلنے کے لئے پرامن راستے کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ وہی امریکہ جو اٹھارہ برس قبل 16 منٹ کے لئے بھی امارت اسلامیہ کے ساتھ بات کرنے کے لئے تیار نہیں تھا آج اس کے اعلیٰ پائے کے حکومتی اہلکار 16 دن تک امارت اسلامیہ کے نمائندوں کے سامنے نہایت توجہ اور انہماک کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور ان کی باتوں کو غور سے سنتے ہیں اور ان سے پرامن واپسی کی راہ مانگتے ہیں اور یہ تسلی چاہتے ہیں کہ افغانستان سے ہم پر حملہ نہیں کیا جائے گا۔

یہ اب افغان قوم اور پوری امت مسلمہ کے لئے بڑی خوشی اور مسرت اور اللہ تعالی کے شکر کا مقام ہے کہ وہ امریکہ جو دنیا کی واحد سپر پاور سمجھی جاتی تھی، جو خود کو پوری دنیا کے فیصلوں کا مالک سمجھتا ہے، اپنی مادی طاقت پر انتہائی مغرور ہے، اور جس نے اپنی پوری تاریخ میں آج تک بڑے بڑے مسائل کے حل کے لئے دشمن کے ساتھ اتنے لمبے اور طویل مذاکرات نہیں کئے۔ آج وہی امریکہ مجاہدین کے ہاتھوں ایسی ذلت امیز شکست سے دوچار ہوا ہے جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ اب اپنے مقابل کے ساتھ ایسے طویل ترین مذاکرات پر مجبور ہوا ہے جس کی کبھی اس نے ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی۔

بیرونی قابضین کے ناپاک وجود سے وطن عزیز کی آزادی اور افغان قوم کی امیدوں اور آرزوں سے ہم آہنگ ایک آزاد اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ میں یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

چونکہ مجاہدین پہلے کی بہ نسبت آج زیادہ پر عزم ہیں، جنگی تجربات، جدید اسلحہ، وسائل اور عوامی سپورٹ، دشمن کی صفوں میں گھسنے اور دیگر وسائل سے مالامال ہیں اس لئے اللہ تعالی کی نصرت ومدد شامل حال ہونے پر امید ہے کہ اس سال وطن عزیز کے بڑے بڑے علاقے، شہر اور مراکز دشمن کے وجود سے پاک ہو جائیں گے۔

اس مبارک نام کے ساتھ آپریشن کا آغاز ایک نیک فال اور قابل فخر اقدام ہے جس کا ثمر ان شاءاللہ صدر اسلام (فتح مکہ) کے کامیاب غزوہ کی طرح اتنا زیادہ ہو گا کہ غاصب امریکیوں کے ساتھ ساتھ ان کے اتحادیوں کے مکمل استیصال اور تاریخی شکست کے انجام کو پہنچے گا اور جس طرح فتح مکہ کے دن اسلام کا علم بلند ہوا تھا اسی طرح اس آپریشن کی کامیابی پر مجاہدین اپنی فتح کے جھنڈے گاڑیں گے اور اپنی طاقت کے مطابق اسلام کے دشمنوں سے گزشتہ تمام تر وحشتوں اور ظلم وسربریت کا انتقام لیں گے جس سے مسلمانوں کے سینے ٹھنڈے ہو جائیں گے۔

سچی بات ہے کہ اس جیسے متبرک اور تاریخی ناموں کے ساتھ آپریشن موسوم کرنا بڑا موثر ہے، جو مجاہد قوم کو اپنے اسلاف اور آباواجداد کی عظمت رفتہ اور تاریخی کارناموں کی یاد دلاتی ہے، دوسری طرف محاذ میں بیٹھے ہوئے مجاہدین کو ہمت اور حوصلہ ملتا ہے کہ اپنے پیارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقش قدم پر چلنا ہی فتح دلا سکتا ہے، اور بہت جلد وہ دن آنے والا ہے جب تم اپنے دشمن پر قابو پالو گے اور فتح عظیم اپنے نام کر لو گے۔ ان شاءاللہ

ہمیں امید ہے کہ الفتح آپریشن ہماری آخری آپریشن ثابت ہو گی کہ اب ہم فتح کے بہت قریب پہنچ چکے ہیں، یہ آپریشن امریکیوں کے تمام تر غرور کو افغانستان میں دفن کر دے گا اور پورے خطے کو اس کے شر وفساد سے مامون و محفوظ بنا دے گا۔ ان شاءاللہ تعالی

الفتح جہادی آپریشن کے آغاز کے متعلق امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

الحمد للہ و کفی و الصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی، امابعد: فقد قال اللہ تبارک و تعالی: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا و ایضا قال تعالی: انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ. التوبہ ۴۱) صدق اللہ العظیم

مؤمن ہموطنوں اور مجاہد بھائیو!

ہمارے ملک افغانستان میں اٹھارہ سال سے بیرونی استعمار اور اس کے حواریوں کے خلاف مسلح جہاد جاری ہے۔

یہ جہادی مزاحمت اسلام اور افغان تاریخ کی وہ قابل رشک باب ہے، جو ہماری آئندہ نسلوں کی سعادت، دیانت، خود مختاری اور سربلندی کی ضمانت کرتی ہے اور اس میں ہماری معنوی بقاء کا راز پوشیدہ ہے۔

اگر افغان ملت انگریز، روس اور اب امریکی غاصبوں کے خلاف جہاد کی تلوار نہ اٹھاتی، تو آج ہم بھی دیگر استعمار زدہ اقوام کی طرح دنیوی عزت اور اپنے ارادے سے محروم ہوتے اور ساتھ ہی ہماری آئندہ نسلیں گمراہ اور اپنے عقائد سے اجنبی ہوتے، مگر (للہ الحمد) یہ افغان عوام پر اللہ تعالی کی خصوصی مرحمت ہے، جس نے ہمیں اس ابتلاء میں کامیابی کا توفیق نصیب فرمایا۔ ہماری ملت کو استعمار کے خلاف اٹھ کھڑے اور مزاحمت کی طاقت دی اور ہمیں ہمیشہ معنوی زوال اور سقوط سے بچالیا۔

مجاہد ہموطنو!

ہماری جہادی ذمہ داری تاحال ختم نہیں ہوئی ہے۔ اگرچہ ملک کے بیشتر علاقے آزاد ہوچکے ہیں، مگر اب تک ہمارے اسلامی ملک پر استعمار کی فوجی اور سیاسی قوت برقرار ہے۔ استعمار نہ صرف ملک کے سیاسی اقتدار پر حاکم ہے، بلکہ بڑے بڑے فوجی اڈوں سے شب و روز اہل وطن پر بمباریاں کررہے ہیں۔ ملکی تربیت یافتہ غلاموں کی تعاون سے چھاپے مارے ہیں، عوام کو جان و مال کی نقصان پہنچارہے ہیں اور مختلف طریقوں سے افغان عوام کو تکلیف پہنچارہے ہیں۔

اس کیساتھ کابل انتظامیہ کے ذریعے افغانوں کے قتل عام، جارحیت کو جاری رکھنے اور اسلام نظام کے روک تھام کے لیے 1398ھ ش سال کے پہلے دن یعنی یکم حمل بمطابق 21/مارچ 2019ء کو خالد نامی آپریشن کا اعلان کیا۔ یہ عمل بذات خود اس کی گواہی دے رہی ہے کہ دشمن مزید طاقت کے ذریعے اپنے مذموم مقاصد کو پہنچنا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے مکمل اسلام نظام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کررہی ہیں۔

یہ کہ اپنے دین، اپنی سرزمین، جان، مال اور عزت سے دفاع لازم ہے اور اجنبی جارحیت سے اسلامی ملک کی مکمل آزادی جہادی فریضہ ہے۔ اسی جہادی فریضے کی تکمیل کی خاطر امارت اسلامیہ نئے ہجری شمسی سال کے آمد کیساتھ ......نامی جہادی آپریشن اعلان کرتی ہے اور اس حوالے سے درج ذیل چند نکات قابل توجہ سمجھتی ہے۔

ملک بھر میں (الفتح) آپریشن کے ہم آہنگ آغاز کا حکم ہوا۔ یہ کہ ہر عبادت کے شروع میں نیت اہم ہے۔ مجاہد بھائی پر خلوص اور اصلاح النیۃ کیساتھ اس جہادی آپریشن کا آغاز کریں۔ اپنے ہدف کو صرف اور صرف اللہ تعالی کی رضا کے حصول کی خاطر جارحیت کو محوہ کرنے، جارحیت اور فساد سے اسلامی ملک کا خاتمہ، اسلامی نظام کا قیام اور اپنے مؤمن ہموطنوں کا دفاع اور خدمت قرار دے۔

مجاہدین پابند ہے کہ (الفتح) آپریشن کے سلسلے میں اطاعت کے اصل کو مد نظر رکھے۔ اپنے جہادی کردار کو جہادی لوائح اور اپنے امراء کے ہدایات کی روشنی میں انجام دینے چاہیے۔ امارت اسلامیہ کے فوجی کمیشن اور دیگر ذی ربط اداروں کی جانب سے انہیں جو حکم اور وصیت کی جاتی ہے، اس کی شدید رعایت ہونی چاہیے۔ اگرچہ وہ روزانہ جہادی امور کے متعلق ہو، یا شہری نقصانات کا روک تھام، احتیاط، نظم، باہمی تعاون، اخلاقی سلوک وغیرہ امور۔

یہ کہ مجاہدین للہ الحمد پہلے کی نسبت اعلی جہادی عزم سے سنبھال، جنگی تجربات، نئی حکمت عملیوں، عوامی حمایت، دشمن کی صف میں اثرورسوخ اور جدید ہتھیاروں سے لیس ہیں، لہذا اللہ تعالی کی نصرت سے بہت امید ہے کہ اس سال وسیع علاقے، قصبے اور مراکز دشمن کی موجودگی سے پاک ہوگی۔ مجاہد بھائیو کو چاہیے کہ جہادی امور میں غدر، دھوکہ، غبن اور دیگر ناجائز اعمال سے اپنے آپ کو بچائیں۔ ہموطنوں کی جان ومال کی حفاظت، اسی طرح عوامی سرمایہ اور عام المنفعہ تنصیبات کی حفاظت کو اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہیے۔

(الفتح) آپریشن کا ایک اہم حصہ دشمن کی صف سے ان ہموطنوں کو خارج کرنا ہے، جو فوج، پولیس اور جنگجوؤں کے نام فوجی تشکیل میں بھرتی ہوئے ہیں اور انہیں استعمار اپنے مفادات کے لیے لڑوار ہے ہیں۔ امارت اسلامیہ باطل کی صف میں ان کے مقام کو اس پر ترجیح دیتی ہے کہ وہ برحق صف (امارت اسلامیہ) سے مل جائے اور اپنی جان ومال کو نجات دلادیں۔ اسی بناء پر ہم دشمن کی صف میں کھڑے فوجیوں کو ایک بار پھر بتلاتے ہیں، کہ بے دلیل دشمنی اور بے فائدہ جنگ سے دستبردار ہو جائے، مجاہدین سے مل جائے اور اپنی جان ومال کی حفاظت کی ضمانت حاصل کریں۔

آخر میں ایک بار پھر مجاہد بھائیو سے مطالبہ کرتے ہیں، کہ بہت سنجیدگی، خلوص، توکل، بلند عزم وحوصلے کیساتھ (الفتح) آپریشن کا آغاز اور فتوحات کی روح پرور لہروں سے صلح اور اسلامی نظام کے پیاسے اور مصیبت زدہ مؤمنوں کے دلوں پر مرہم پٹی کریں۔ اس پر یقین رکھو کہ ہم حق پر ہیں اور فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالی کے وعدوں کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ دن عنقریب ہے کہ ہمارے شہداء، زخمیوں، قیدیوں، مہاجرین اور مصیبت زدہ عوام کی جہادی آرزوؤں کی تکمیل اور آخری فتح کے حصول سے اسلام نظام قائم اور ہمارا ملک امریکی جارحیت اور شرپسند عناصر سے نجات پائیں۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ (۵) سورۃ القصص، صدق اللہ العظیم

امارت اسلامیہ افغانستان

۱۴۴۰/۸/۷ھ۔ ق

۱۳۹۸/۱/۲۳ھ۔ ش – 12/4/2019ء

حسن مومند

بیت المقدس اور گولان کی پہاڑیاں

صدر ٹرمپ نے انتخابات میں کامیابی کے بعد بہت تیزی سے اپنے وعدوں کی تکمیل کے لیے عملی اقدامات شروع کیے۔ امریکی سفارت خانے کی بیت المقدس منتقلی اور اسے اسرائیل کے دارالحکومت کے طورپر تسلیم کرنا بھی ان اقدامات میں شامل ہے، ٹرمپ نے جس کا یہودیوں کو اطمینان دلایا تھا۔ ٹرمپ نے 2017 میں بیت المقدس کو قابض اسرائیلی حکومت کے دارالحکومت کے طورپر تسلیم کیا اور 2018 میں تل ابیب سے اپنا سفارت خانہ بیت المقدس منتقل کر دیا۔ سابق امریکی صدر اوباما نے ایران کے ساتھ جو معاہدے طے کیے تھے، ٹرمپ نے وہ توڑنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ وعدہ بھی پورا کر دیا۔ ٹرمپ نے 25 مارچ کو گولان کی پہاڑیوں پر اسرائیل کا قبضہ تسلیم کرلیا۔

جنوری 2011 میں شام میں شروع ہونے والی خانہ جنگی میں عالمی طاقتوں، خصوصاامریکا کے کردار کو دیکھتے ہوئے توقع کی جا رہی تھی کہ خانہ جنگی کی یہ آگ شام کے ساتھ مشرق وسطی کو بھی جلائے گی۔ اس وقت جواندیشے ظاہر کیے جا رہے تھے، حالات اسی جانب چلے گئے۔ آج شام کے ایک مقبوضہ حصے پر امریکا نے اسرائیل کا قبضہ قانونی قرار دیا ہے، مگر شام کچھ نہیں کر پارہا۔ اس حوالے سے ٹرمپ نے کہا کہ 52 سالوں بعد وقت آگیا ہے کہ واشنگٹن گولان کی پہاڑیوں پر اسرائیل کی خود مختاری تسلیم کرے۔ اسرائیل کے وزیر اعظم بنیامین نیتن یاہو نے ٹرمپ کے اس فیصلے کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ ایران کی جانب سے اسرائیل کے لیے حالات خراب کرنے کے وقت میں صدر ٹرمپ نے بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے گولان پر اسرائیل کی حاکمیت تسلیم کر لی۔ ایران کے اشارے پر شام کے غلط عزائم کے مقابلے میں ایسے ہی فیصلے کی ضرورت تھی۔

کچھ دن قبل انسانی حقوق کے عالمی ادارے نے اپنی سالانہ رپورٹ میں کہا تھا کہ امریکی وزارت خارجہ ماضی کے برخلاف گولان کی پہاڑیوں پر اسرائیلی قبضے کے لیے اسرائیلی کنٹرول کا لفظ استعمال کر رہی ہے۔ یہ امریکی پالیسی میں تبدیلی کی جانب واضح اشارہ ہے۔ یاد رہے گولان کی پہاڑیوں پر اسرائیلی قبضے کو قانونی قرار دینے کے امریکی اعلان کے ایک روز قبل اسرائیلی وزیراعظم بن یامین نیتن یاہو اور امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو کے درمیان ہونے والی ملاقات میں مذکورہ دونوں رہنماؤں نے ایران کے مقابلے کا عزم ظاہر کیا تھا۔ نیتن یاہو نے کہ ایران پر مزید دباؤ بڑھانے کی ضرورت ہے۔ دنیا اور خطے کی حفاظت کے لیے ایرانی جارحیت کی روک تھام کے لیے واشنگٹن اور تل ابیب کے تعلقات بہت مضبوط ہونے چاہییں۔

غالبا یہ امریکی تاریخ میں ایسا پہلا اعلان ہوگا، جس کی دنیا میں کسی نے بھی تائید نہیں کی۔ غاصب اسرائیلی حکومت کے علاوہ تقریبا پوری دنیا نے ٹرمپ کے اس اعلان کی مذمت کی ہے یا کم از کم تائید نہ کر کے اپنی مخالفت ظاہر کی ہے۔ مغربی دنیا بھی تسلیم کرتی ہے کہ ٹرمپ کا یہ اعلان پوری طرح نامعقول ہے۔ ٹرمپ کے اس اقدام کی ایران، لبنان، سعودی عرب، اردن، شام، روس، اقوام متحدہ اور بہت سے یورپین ممالک نے شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔ سعودی عرب نے کہا ہے ہم گولان پر اسرائیلی حاکمیت تسلیم کرنے کے اعلان کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ گولان کی پہاڑیاں شام کا علاقہ ہیں۔ اس پر اسرائیلی حاکمیت تسلیم کرنا اقوام متحدہ کے اصولوں اور عالمی معاہدوں کی مخالفت ہے۔ اس سے مشرق وسطی کے امن کو

شدید نقصان ہوگا۔

سعودی عرب نے کہا ہے اقوام متحدہ کی سکیورٹی کونسل اور ماضی میں امریکی حکومت گولان کے پہاڑی علاقے کو مقبوضہ علاقہ قرار دیتی رہی ہے۔ جس پر حتمی فیصلہ اسرائیل اور شام کے درمیان مذاکرات کے نتیجے میں ہونا چاہیے تھا۔ امریکا اپنی پالیسی بدل کر اس طرح کے اقدامات کر کے اپنے اتحادیوں سے محروم ہو رہا ہے۔ دوسری جانب سکیورٹی کونسل کے دو دائمی ارکان برطانیہ اور فرانس نے کہا ہے وہ چین اور روس کی طرح گولان کی پہاڑیوں کو اقوام متحدہ کے معاہدوں کے مطابق مقبوضہ علاقہ قرار دیتے ہیں۔

اردن امریکا کا سب سے اہم اتحادی سمجھا جاتا ہے۔ اس نے امریکا کے حالیہ فیصلے کی شدید الفاظ میں مخالفت کی ہے۔ 'گولان کو اسرائیل کا حصہ بنانے سے خطے میں بدامنی اور عدم استحکام کی ایک نئی فضا قائم ہو جائے گی۔ جس کی ساری ذمہ داری امریکا پر ہوگی۔ عرب پارلیمنٹ کے سربراہ مشعل بن فہم السلمی نے اس حوالے سے کہا کہ امریکی صدر ایک بار پھر اقوام متحدہ کی 242 اور 497 شقوں کی مخالفت کی ہے۔ عرب ممالک یہ غلط فیصلہ کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔' عرب لیگ کے سربراہ احمد ابوالغیظ نے امریکی صدر کے اس فیصلے کی شدید مذمت کی اور کہا کہ گولان پر اسرائیلی قبضہ تسلیم کرنا عالمی قوانین، اقوام متحدہ کے معاہدوں اور عالمی برادری کے اصولوں کے موقف کی توہین ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ امریکی صدر کے اس اعلان کے باعث گولان کے پہاڑی علاقے کی قانونی حیثیت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

احمد ابوالغیظ نے کہا کہ گولان کی پہاڑیاں شام کا علاقہ ہے۔ اس پر اسرائیل کی حاکمیت تسلیم کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ 1981 میں اقوام متحدہ نے قرارداد 497 پاس کی تھی، اس میں واضح لکھا ہے کہ گولان کے پہاڑی علاقے کسی صورت اسرائیل کا حصہ نہیں بن سکتے۔ ایران نے ڈونلڈ ٹرمپ کے اس اقدام کی مذمت کی اور اسے جارحیت کی ترویج کی کوشش قرار دیا۔ ایرانی صدر حسن روحانی نے کہا ہے ایک دور تھا، جب ممالک پڑوسیوں سے زمینیں چھین کر وہاں لوگوں کو آباد کراتے۔ آج یہ عمل کسی کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں ٹرمپ صدر کی حیثیت سے قابض قوتوں کے خلاف بنے تمام عالمی قوانین پامال کر دیے ہیں۔ اس طرح ٹرمپ نے امریکی پالیسیوں کو کم از کم نصف صدی پیچھے دھکیل دیا ہے۔ شام نے اس اقدام کو پورے خطے میں بدامنی پھیلانے کا خطرناک منصوبہ قرار دیا ہے۔ اس حوالے سے سکیورٹی کونسل کا ہنگامی اجلاس بلانے کا مطالبہ کیا ہے۔ اقوام متحدہ میں شام کے خاص نمائندے نے سکیورٹی کونسل کے نام ایک خط لکھا ہے کہ گولان کی پہاڑیوں پر اسرائیل کا قبضہ تسلیم کر کے ٹرمپ نے سلامتی کونسل کی قراردادوں کی مخالفت کی ہے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے سلامتی کونسل کا ہنگامی اجلاس بلایا جائے۔ روس نے بھی امریکا کے حالیہ اقدام کی شدید مذمت کی ہے۔ وہ کبھی بھی امریکا کا یہ فیصلہ تسلیم نہیں کریں گے۔ روس نے کہا ہے امریکا اس طرح کے فیصلے کر کے اسرائیل کے ساتھ اپنے تعلقات بہتر کرنا چاہتا ہے۔

عرب تجزیہ کاروں نے ٹرمپ کا یہ اقدام نہایت خطرناک قرار دیا ہے۔ ایسا لگتا ہے اپنے دور حکومت کی تکمیل سے قبل وہ اس سے بھی بڑھ کر مسلمانوں کے خلاف دشمنی کے اقدامات کریں گے۔ دنیا کے دیگر ممالک سے نکالے گئے یہودیوں کے لیے اسرائیلی حکومت نے 30 بستیاں بنا رکھی ہیں۔ یہاں سے بیس ہزار شامیوں کو نقل مکانی پر مجبور کیا گیا اور تقریباً اتنے ہی شامی یہاں ابھی تک رہائش پذیر ہیں۔ مصر، شام اور اردن کے ساتھ ہونے والی جنگ میں اسرائیل نے اس علاقے پر قبضہ کیا تو اسرائیل کے فوجی ترجمان نے کہا کہ اسرائیلی فوج نے شام کی پہاڑیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ اسرائیلی فوج کے ترجمان کے اعلان کے مطابق پوری دنیا اس علاقے کو شام کا مقبوضہ علاقہ سمجھتی ہے۔

موسی فرہاد

فوجی گھاس کھا رہے ہیں

رپورٹ کے مطابق کابل انتظامیہ کی اجرتی ملیشیا موت کے خطرات کے ساتھ ساتھ بھوک اور قحط کا بھی شکار ہے۔ کہا جاتا ہے خاص اروزگان ضلع میں درجنوں فوجی زندگی کے تحفظ کے لیے گھاس کھانے پر مجبور ہیں۔ افغان ٹی وی 'شمشاد' سے ان محصور فوجیوں کے کمانڈر نے ٹیلی فون پر بات کرتے ہوئے کہا کہ 'زخمی سپاہی مورچوں میں پڑے ہیں، جو ہلاک ہو رہے ہیں۔ ان کی میتیں بھی گھروں کو نہیں بھیج سکتے۔ ہماری مدد کو کوئی آتا ہے نہ ہماری آواز سنی جاتی ہے۔ کچھ دن قبل ضلع شیرین تگاب سے بھی محصور فوجیوں نے اپنے ویڈیو پیغام میں تعاون اور نجات کی منتیں اور درخواستیں کیں۔' ان کا کہنا تھا 'چار ہم ماہ سے محصور ہیں۔ ہم اپنے مورچوں سے باہر آ نہیں سکتے۔ کھانے پینے اور علاج کی کوئی سہولت نہیں ہے۔ ہم گھاس کھانے پر مجبور ہیں۔ حکام ہماری آواز نہیں سنتے۔ گھر بار بچے پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔'

اس طرح کے واقعات پہلی بار نہیں ہو رہے کہ کٹھ پتلی فوجی ایسے برے حالات کا شکار ہوئے ہوں۔ پھر بھی یہ لوگ چند امریکی ڈالروں کی خاطر اپنی زندگی، اپنی اولاد، اپنا گھر اور سب کچھ ختم کر کے اپنی دنیا و آخرت تباہ کر لیتے ہیں۔ دسمبر 2018 میں بھی کچھ سرکاری حکام کی زبانی بڑی تعداد میں فوجیوں کی ہلاکت، اپنی ڈیوٹی سے فرار ہونے یا طالبان کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کے واقعات سامنے آئے تھے۔ بادغیس کی صوبائی اسمبلی کے سربراہ نے کہا کہ گزشتہ 2 ہفتوں میں 80 سے زیادہ فوجی طالبان کی صفوں میں شامل ہو گئے ہیں۔ اسد اللہ خالد سے قبل وزیر دفاع رہنے والے بہرامی نے پارلیمنٹ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایک ہفتے میں پورے ملک میں 250 سے زیادہ افغان فوجی ہلاک ہو گئے ہیں۔ بدخشان کی نمائندہ 'فوزیہ کوفی' نے کہا کہ بدخشان میں تین دن میں 100 سے زیادہ فوجی طالبان کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں۔ سیگار نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ گزشتہ ایک سال میں کم از کم 36 ہزار افغان فوجی اپنی ڈیوٹیاں چھوڑ کر فرار ہو چکے ہیں۔ طالبان نے اپنی سالانہ رپورٹ میں کہا ہے کہ گزشتہ ایک سال میں 27 ہزار افغان و غیر ملکی فوجی ہلاک ہو چکے ہیں، ان میں 506 بڑے کمانڈر شامل ہیں۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ ایک جانب افغان انتظامیہ کے نقصانات اتنے زیادہ ہیں۔ دوسری طرف امریکا بھی ان پر بمباری کرتا ہے۔ یہ فوجی باہمی چپقلش میں بھی ایک دوسرے کو قتل کرتے رہتے ہیں۔ دو ہفتے قبل اروزگان کے علاقے چنارتو میں امریکی طیاروں نے افغان فوج کی ایک پوسٹ پر بمباری کی، جس میں 16 فوجی ہلاک ہو گئے تھے۔ بروز ہفتہ 31 مارچ کو اروزگان میں غیر ملکی فوجیوں کی باہمی لڑائی میں افغان فوجیوں سمیت پانچ افراد ہلاک و زخمی ہو گئے تھے۔ ایک جانب زندگی اور موت کی یہ حالت ہے اور دوسری جانب ڈالر کمانے کا کام اتنا دھندا ہے۔ جس چیز کے لیے ان لوگوں نے اپنی غیرت، ناموس، ایمان، وطن اور عزت بیچ دی، وہ وصول ہی نہیں ہوئی اور اب گھاس کھانے پر مجبور ہیں۔ اس کے باوجود بھی یہ لوگ امریکی غلامی میں اپنے مسلمان عوام کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ گزشتہ کچھ دن قبل غزنی کے ضلع قرہ باغ کے علاقے 'ملانوح بابا' میں غیر ملکی فوجیوں نے ایک اسکول کو نشانہ بنایا، جس میں بیس کے قریب افغان فوجی ہلاک ہو گئے۔

بلاشبہ یہ بدبختی کی سب سے بری حالت ہے۔ اللہ تعالی جاہلوں کو ہدایت دے اور ازلی بدبختوں کو بھی ہلاکت کی وادی میں دھکیل دے۔ تاکہ یہ مظلوم قوم ان کے شر سے نجات پالے۔

مفتی محمد گل سعید

مولانا سراج الدین علم کا خزانہ

یہ ہمارے لیے افتخار واعزاز کی بات ہے کہ امام ابو داؤد سجستانی، ملا علی قاری، خواجہ عبداللہ انصاری ہروی، قتیبہ بن سعید بغلانی، ابن حبان بستی، علامہ خطابی اور ابو نصر سجزی رحمہم اللہ جیسے نابغہ روزگار محدثین نے افغان سرزمین میں آنکھیں کھولیں۔ یہ تو ان چند اسلاف کے نام ہیں، جو ماضی بعید میں گزرے ہیں۔ حال میں بھی ہمارے پاس ایسی شخصیات ہیں، جو ہمارے لیے سرمایۂ افتخار ہیں۔ یہ عالمِ کون و مکان انہی شخصیات سے مزین ہے۔ ایسی شخصیات کا کوچ کر جانا ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

'افلا یرون انا نأتی الارض ننقصها من اطرافها افهم الغالبون'

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم ہر طرف سے زمین کو آہستہ آہستہ کم کر رہے ہیں۔ کیا وہ غالب ہیں؟

ابن اعباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'خرابها بموت الفقهاء وعلمائها واهل الخير منها، وكذا قال مجاهد ايضا: هو موت العلماء'

زمین کم کرنے سے مراد یہ ہے کہ زمین فقہا اور علما کی وفات کے سبب تنگ معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ جب علما رحلت کر جائیں تو جہل اور فساد عام ہو جائے گا۔ اسی طرح مشکوۃ شریف میں ایک روایت ہے:

'ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من صدور الناس، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يترك عالما اتخذ الناس رؤسا جهالا، فسئلوا فأفتوا بغير علم فضلوا وأضلو'

بے شک اللہ تعالی علم اس طور پر نہیں اٹھائیں گے کہ کہ لوگوں کے سینوں سے نکال لیا جائے، بلکہ علما کی رحلت کے سبب علم کم ہو جائے گا۔ حتی کہ ایک بھی عالم دین روئے زمین پر نہیں بچے گا۔ پھر لوگ جاہلوں کو راہ نما بنا لیں گے۔ ان سے سوالات کریں گے، وہ بلا علم جواب دیں گے۔ اس طرح وہ خود بھی گم راہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گم راہ کریں گے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ علما کی رحلت دنیا اور اہل دنیا کے لیے سخت نقصان کا سبب ہے۔ اسی طرح بیشتر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ علما کی رحلت عمومی گمراہی کا سبب ہے۔ کبار علمائے کرام کی رحلت پر دیگر اہل علم کے تاثرات سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اہل علم کا انتقال کتنا بڑا نقصان ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علما کی موت دراصل اسلام کی عمارت میں ایک بہت بڑا شگاف ہوتا ہے۔ قیامت تک اس کا خلا پر نہیں ہو سکتا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علم کی قدر و منزلت کے بارے میں فرماتے ہیں:

'الناس احوج الى العلم منهم الى الطعام والشراب لان الطعام والشراب يحتاج اليه فى اليوم مرتين اوثلاثا والعلم يحتاج اليه فى كل وقت'

لوگ کھانے پینے سے زیادہ علم کے محتاج ہیں۔ کیوں کہ کھانے پینے کی حاجت دن میں دو یا تین مرتبہ پیش آتی ہے۔ جب کہ علم کی احتیاج ہر لمحہ ہوتی ہے۔

درج بالا توضیحات سے ثابت ہو گیا کہ ایک عالمِ دین کی رحلت کتنا بڑا نقصان ہوتا ہے۔ رواں سال علما و فقہا بہت بڑی تعداد میں ہم سے جدا ہوئی۔ جس سے ہر آنکھ اشک بار اور ہر دل غم زدہ ہے۔ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید، حضرت مولانا حمد اللہ جان ڈاگئی بابا، شیخ الحدیث مولانا امان اللہ حقانی اور مولانا محمد یوسف صدیقی رحمہم اللہ حال ہی میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ زیر نظر تحریر میں علم و عرفان کے بلند مینار شیخ الحدیث مولوی سراج الدین تارکی رحمہ اللہ کی زندگی اور کارناموں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ امید ہے قارئین ذوق سے پڑھیں گے۔

ولادت:

احسان خیل قبیلے سے تعلق رکھنے والے مولانا سراج الدین صوبہ کنڑ کے ضلع اسعد آباد کے گاؤں ننگلام میں 1945 میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب یوں

ہے:

مولانا سراج الدین بن مولوی احمد گل بن میر افضل بن میر زمان بن محمد اکرام!

آپ کے چچا کا نام مولوی محمود تھا۔ وہ 'ننگلام مولوی صاحب' کے نام سے جانے جاتے تھے۔ وہ بہت مشہور اور ممتاز عالم دین تھے۔ وہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ انہوں نے ننگلام میں ایک بہت بڑے مدرسے کی بنیاد ڈال، جس میں سیکڑوں طلبا علم کی پیاس بجھانے کے لیے آتے تھے۔

تعلیم:

آپ نے ابتدائی تعلیم وادی تیراہ میں حاصل کی۔ وہاں کے ممتاز اہل علم سے استفادہ کیا۔ مزید تعلیم 'کوزتہکال' نامی علاقے میں مدرسہ رحمانیہ میں شیخ الحدیث مولانا بہرمند صاحب سے حاصل کی۔ موقوف علیہ اور دورہ حدیث جیسے درجات پشاور میں 'باچا مولوی صاحب کے نام سے معروف 'مولانا معزالحق اور ان کے بھائی مولوی زین العابدین، چکسیر کے مولوی حسن الابرار اور مولوی غضنفر سے پڑھے۔ آپ نے 1389 ہجری میں دورہ حدیث مکمل کیا۔

تدریس:

فراغت کے بعد پانچ سال تک پشاور ہی میں رئیس نور محمد کے مدرسے میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ دو سال تک مدرسہ نعمانیہ میں مدرس رہے۔ 1989 میں تالاب والے مدرسے میں مدرس مقرر ہوئے۔ دو سال تک وہیں رہے۔ 1991 میں مدرسہ نعمانیہ سپین جامعہ تشریف لے گئے، وہاں آپ نے دو سال تک تدریس کی۔ 1993 میں پشاور نمک منڈی کے مرکزی مدرسے 'جامعہ دارالقراء' میں بُلائے گئے۔ وہاں آپ نے زندگی کے آخری ایام تک حدیث شریف کی تدریس کی۔

37 سال تک موقوف علیہ کی تمام کتب کا درس دیا۔ کچھ عرصہ دورہ حدیث بھی پڑھایا۔ اس حوالے سے کبھی کبھار فرماتے: 'کچھ عرصہ دورہ حدیث پڑھایا، پھر مجھے خیال آیا کہ دورہ حدیث کی نسبت موقوف علیہ میں علم زیادہ ہے۔ اس لیے پھر موقوف علیہ پڑھانے کے لیے کمر کس لی۔ یہی بات میں نے اپنے استاذ محترم باچا مولوی صاحب سے کہی تو انہوں نے فرمایا: 'آپ نے تین فائدے حاصل کیے ہیں۔ پہلا یہ موقوف علیہ میں طلبا کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ جب آپ موقوف علیہ پڑھائیں گے تو زیادہ طلبا آپ سے استفادہ کریں گے۔ دوسرا یہ کہ موقوف علیہ میں تفسیر، اصولِ تفسیر، حدیث اور اصول حدیث اور فقہ جیسے علوم ہیں۔ جب کہ دورہ حدیث صرف احادیث ہیں۔ اس لیے مختلف علوم کی تدریس کا فائدہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ تیسرا یہ کہ مشکوۃ شریف جیسی عظیم کتاب بھی آپ کی تدریس میں شامل ہے، جس کی احادیث فتوی کے طور پر لی جاتی ہیں۔ 'تب سے میرے پاس موقوف علیہ میں طلبا کی تعداد تین سو سے زیادہ ہوتی ہیں۔'

آپ ایک طرف سے درویش صفت عالم دین، عابد اور زاہد تھے، دوسری جانب نامور محقق بھی تھے۔ آپ اپنی روایات پر سختی سے کاربند تھے۔ زہد، تقویٰ، تواضع اور بہترین اخلاق کا مجموعہ تھے۔ آپ اسلاف کے علم و عمل کا بہترین نمونہ تھے۔ آپ کے کچھ تلامذہ حقیقی معنوں میں آپ کے علمی وارث اور جان نشین ہیں۔ آپ کی صورت و سیرت شریعت محمدی ﷺ کے تابع تھی۔ ظاہر اور باطن یکساں تھا۔ یہ کہنا بجا ہے کہ اگر آپ کی طرح کچھ مزید شخصیات ہمارے پاس ہوتیں تو ہم صحابہ کرام کی طرح کہہ سکتے تھے 'کونو مثلنا' ہماری طرح ہو جاؤ۔ آپ کا علم نہایت گہرا تھا۔ جب بھی کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تو حوالے کے ساتھ اس کا حل پیش کرتے۔ فقہی مسائل میں بہت زیادہ محتاط تھے۔ ہمیشہ معتبر کتب کا حوالہ دیتے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ دینی علوم کی تدریس میں گزرا۔ بشر حافی، ابن جریر طبری اور ابن تیمیہ الحرانی کی طرح علمی مصروفیات کے باعث اخیر عمر تک ازدواجی رشتے سے منسلک نہ ہوئے۔

دنیا و مافیہا سے بے رغبت رہے۔ دن رات مطالعہ میں مشغول رہتے۔ آپ نے خود کو درس و تدریس کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپ نے معاشرے کو ہزاروں صالح شاگرد دیے۔ شیخ عبدالفتاح ابو غدہ نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 123 پر ابوالوفا افغانی کی زندگی کے متعلق لکھا ہے:

'وعاش عزبًا فريدًا متبتلاً متعبدًا زاهدًا ورعًا قائم الليل محافظًا على السنن النبوية كلَّ الحفاظ يكره ترك المستحبات ويعمر اوقاته بالمطالعة والافادة والتحقيق والتعليق وتلقين العلم لشباب العلماء والمستفيدين يقول كلمة الحق ولا يخاف في الله لومة لائم'

آپؒ نے تجرد کی زندگی گزاری۔ رات بھر اللہ تعالی کی عبادت میں مشغول رہتے سنتوں پر سختی سے کاربند رہے۔ مستحبات تک کی پابندی کا اہتمام کرتے۔ پوری زندگی افادہ و استفادہ، تحقیق و تعلیق اور نوجوان نسل کی تربیت میں گزاری۔ ہمیشہ حق

بولتے۔ حق بات کہنے میں کسی کی ملامت کی پروا نہ کرتے۔

یہ کہنا بجا ہے کہ ابوالوفاافغانی کی تعریف میں لکھے گئے تمام اوصاف مولانا سراج الدین میں موجود تھے۔ اگر آج عبدالفتاح ابوغدہ زندہ ہوتے اور موصوف سے ملاقات کرتے تو وہ یہ سب اوصاف ضرور ان کے حق میں بھی لکھتے۔ علمی وروحانی استغنانے انہیں دنیا ومافیہا سے بے نیاز کررکھا تھا۔ علمی مجلس اور درس وتدریس کے حلقوں کو شاہانہ محافل سے زیادہ اہم گردانتے تھے۔ یہی وجہ تھی آپ ہر وقت علمی مشاغل میں مصروف رہتے۔ اس کے علاوہ آپ کی کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ فلسفہ، احکام اور مواعظ میں وقت کے مولانا رومی کے جیسے تھے۔ سخاوت میں حاتم وقت تھے۔ دینی علوم میں اس درجہ پر فائز تھے کہ بڑے بڑے علمائے کرام آپ کی شاگردی پر فخر محسوس کرتے۔ جب میں 2 جنوری 2017 کو نمک منڈی پشاور آپ کی بیمار پرسی کے لیے ان کے مدرسہ گیا تو انہوں نے اس وقت بھی پر لطف وعظ ونصیحت پر مبنی مجلس کررکھی تھی۔ بیماری کی حالت میں بھی پوری مجلس میں دنیاوی بات نہیں کی، بلکہ علم اور درس تدریس کی باتیں فرماتے رہے۔

آپ کے چہرے میں رعب و دبدبہ تھا۔ اللہ تعالی نے آپ کو اعلی اخلاق اور شفقت بھرے لہجے سے نوازا تھا۔ آپ کی عوام میں شہرت نہیں تھی۔ کیوں آپؒ خود شہرت پسند نہ تھے۔ ایک دفعہ دوران مجلس کسی نے سوال کیا کہ 'آپ کا کس فن کے ساتھ زیادہ تعلق ہے؟' فرمایا 'ادب میرا بہترین اور پسندیدہ فن ہے۔ کیوں کہ اس فن نے قرآن کریم کی بہتر خدمت کی ہے۔' پھر فرمایا تمام فنون پڑھنے اور سیکھنے چاہییں۔ اس سے استعداد میں پختگی آتی ہے۔ وفاق المدارس نے فنون کا ستیاناس کردیا ہے۔ جن فنون سے استعداد واہلیت میں پختگی آتی تھی، وہ سب چن چن کر نکال دیے گئے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ علما کے لیے تدریس سے زیادہ ضروری اور اہم کچھ نہیں، اسی سے صلاحیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ طلبا کو علم کی محبت اور شوق پر نصیحت کے دوران قصہ بیان کیا کہ 'ایک مرتبہ ابونصر سجزی کے پاس ایک عورت آئی۔ اس نے رقم کی ایک تھیلی آپ کے سامنے رکھی اور کہا کہ مجھ سے نکاح کرلو، تاکہ میں آپ کی خدمت کرسکوں۔ ابونصر سجزی نے اس عورت سے کہا کہ اپنی رقم لے کر واپس ہوجاؤ۔ جب وہ واپس چلی گئی تو ابونصر سجزی نے فرمایا 'میں سجستان سے حصول علم کی نیت سے آیا ہوں۔ اگر میں نے نکاح کرلیا تو میرا مقصد فوت ہو جائے گا۔ میں حصول علم سے زیادہ کسی کام میں ثواب نہیں پاتا۔'

وفات:

آپؒ 30 جنوری 2019 بروز بدھ اس دارفانی سے رخصت ہوئے۔ آپ کو صوابی میں گندف کیمپ میں اپنے بھائی کے پہلو میں سپردخاک کیا گیا۔ آپ کی نماز جنازہ وزیر باغ پشاور میں قاری فیاض الرحمن نے پڑھائی۔ جنازہ میں بے شمار لوگوں نے شرکت کی۔ مولانا عزیزالرحمن نے جنازہ میں شرکت کرنے والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

'میرے استاذ قاضی محمد امینؒ موت العالِم موت العالَم کے تناظر میں فرماتے تھے کہ ہر عالم کی موت تمام عالم کی موت شمار نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ عالم مراد ہے، جو اسلام کا داعی ہونے کے ساتھ ساتھ مفسر، محدث، فقیہ اور جملہ کمالات کا سرچشمہ ہو اور عوام کو اُس سے بے پناہ فائدہ ملتا ہو۔

قاری فیاض الرحمن علوی نے نماز جنازہ کے دوران شرکا سے خطاب کے دوران فرمایا:

"مرحوم گزشتہ چالیس سال سے ہمارے ہاں مدرس تھے۔ اس دوران بہت سے مدارس کے سربراہان نے کوشش کی کہ مولانا سراج الدین کو اپنے ہاں لے جائیں۔ وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ آپؒ نے شادی نہیں کی تھی۔ آپ کا کتاب کے علاوہ کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ نمک منڈی بازار مرحوم کے سامنے آباد ہوا۔ اس طویل عرصے میں کبھی کسی نے انہیں کسی دکان پر کھڑے دیکھا اور نا ہی کسی کے دروازے پر دیکھا۔ ایک مرتبہ مفتی محمد اسلم صاحب برطانیہ سے ہمارے مدرسہ آئے۔ مرحوم ہدایہ کا درس دے رہے تھے۔ مفتی محمد اسلم صاحب بھی ان کے درس میں شریک ہوگئے۔ جب درس ختم ہوا تو مفتی صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ 'میں تو اس شخص کے متعلقہ فن پر کمالِ مہارت اور عبور پر حیران ہوں۔ یہ تو امام ابوحنیفہ معلوم ہوتے ہیں۔' حضرت مولانا سراج الدین صاحب رحمہ اللہ کی زندگی، سخاوت اور علمی خدمات کو جتنا سراہا جائے، کم ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا سراج الدین رحمہ اللہ کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، قارئین سے بھی ان کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے۔

شاہد غزنیوال

رواں سال کی نئی امیدیں!

ایک جانب امریکی اور افغان فوج مظلوم افغان شہریوں پر بمباری کر رہی ہیں اور دوسری جانب افغان حکومت بین الافغانی مفاہمت کے بہانے بڑی کانفرنسوں اور جرگوں میں بھی جمع ہو رہی ہے۔ ملک کے مستقبل کے حوالے سے بات چیت جاری ہے۔ خیالات کا تبادلہ کیا جا رہا ہے۔ جارحیت پسند امریکا نے 19 سال قبل افغانستان کی حرمت پر حملہ کیا تھا۔ آج الحمدللہ افغانستان کے مجاہد عوام کی مزاحمت کی وجہ سے امریکا کا تمام تر کفریہ غرور پامال ہو کر رہ گیا ہے۔ وہ شکست خوردہ اور شرمندہ ہو کر مجاہدین کے مطالبات ماننے پر مجبور ہے۔ افغان مجاہد عوام کو محکوم بنانے اور پامال کرنے کے لیے امریکی جارحیت پسندوں کی تمام تر عسکری اور خفیہ طاقت بے بس ہو گئی ہے۔ ان کی تمام شیطانی سازشیں ناکارہ ہو گئی ہیں۔

امریکا کے پاس کوئی ایک بھی ایسا طریقہ نہیں بچا، جس سے وہ اپنے ہدف تک رسائی کی راہ میں کامیاب ہو سکے۔ امریکا کا افغانستان میں اپنی کرپٹ کٹھ پتلیوں پر سے اعتماد ختم ہو گیا ہے۔ امریکا کے پاس ایسی قوت ہی باقی نہیں رہی، جس سے وہ افغان فوج کو مجاہدین کے خلاف لڑنے حوصلہ دے سکے۔ کٹھ پتلی طبقے بھی اپنا باہم اتحاد برقرار نہیں رکھ پا رہے۔ سب آپس میں ایک دوسرے کے خلاف سازشوں کے جال بُننے میں مصروف ہیں۔

دوسری جانب مجاہدین کی صفیں دن بدن مضبوط ہوتی جا رہی ہیں۔ دن بدن عسکری صلاحیتیں اور جہادی جذبہ بڑھ رہا ہے۔ باوجود یہ کہ امریکی اور افغان فوج اپنے تمام وسائل سمیت افغانستان میں موجود ہے، اس کے باوجود افغانستان کا آدھے سے زیادہ حصہ مجاہدین کے زیر کنٹرول ہے۔ مجاہدین کو وسیع پیمانے پر عوامی حمایت حاصل ہے۔ جب کہ مفتوحہ علاقوں میں تمام انتظامی امور عوامی تعاون سے آگے بڑھ رہے ہیں۔

عوامی حمایت کے ساتھ ساتھ دنیا بھی اس بات پر تیار ہے کہ افغان جہاد (جنگ آزادی) کی حمایت کی جائے۔ اسے باقاعدہ تسلیم کیا جائے اور طالبان کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کیے جائیں۔

ماسکو میں افغانستان کے حوالے سے منعقد کانفرنس میں امارت اسلامیہ کے سیاسی نمائندوں کی باقاعدہ رسمی شرکت، دوسری بار ماسکو کی بین الافغانی کانفرنس میں امارت اسلامیہ کا فعال حصہ، ازبکستان، ایران اور دیگر پڑوسی ممالک کی جانب سے امارت اسلامیہ کے سیاسی نمائندوں کو رسمی دعوت اور ان سے ملاقاتیں ہمارے دعوے کے سچے ہونے کی واضح مثالیں ہیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ رواں سال افغانستان کے جنگ زدہ عوام کے لیے امن، خوش حالی اور مصالحت کا سال بنا دے۔

اللہ تعالی افغان عوام کو اپنے ملک میں اسلامی حاکمیت کے زیر سایہ سکھ، آرام اور خوشی کی زندگی نصیب فرمائے۔ آمین

حافظ سعید

معرکۂ شوراب کا گمنام ہیرو

حافظ حمداللہ حامد قندھار کے ضلع معروف میں مولوی نورجہاں کے علمی و جہادی خاندان میں پیدا ہوئے۔ مولوی نورجہاں سوویت یونین کے خلاف حرکت انقلاب اسلامی کے کمانڈر تھے۔ وہ قندھار کے مختلف محاذوں پر کمیونسٹوں کے خلاف جہاد میں شریک رہے۔ حافظ حمداللہ حامد نے قرآن کریم حفظ کیا۔ بعدازاں دینی علوم کی تحصیل میں مشغول ہوگئے۔ شہادت کے حصول کا جذبہ جذبہ علم پر غالب آگیا۔ وہ پڑھائی چھوڑ کر 'اصحاب الجنۃ' نامی معسکر چلے گئے۔ تربیت مکمل کرنے کے بعد فدائی کارروائی کا انتظار کرنے لگے۔ جب اصحاب الجنۃ معسکر کے ذمہ داران نے حافظ حمداللہ حامد کی استعداد و لیاقت دیکھی تو انہیں وقتاً فوقتاً کارروائیوں کے لیے تیار ہونے والی تشکیل سے روک کر معسکر میں ان سے کام لیتے رہے۔

اصحاب الجنۃ معسکر کے ذمہ داران نے ان کا تقرر معسکر کے استاد اور انسٹرکٹر کی حیثیت سے کر رکھا تھا۔ وہ اس معسکر کے ہمیشہ سے استاد رہے۔ البتہ وقتاً فوقتاً خالد بن ولید رضی اللہ معسکر بھی تدریس اور امتحان کے لیے بلائے جاتے۔ سال میں دو تین ماہ ہلمند کے سرہ قطعہ علاقے میں خدمت میں گزارتے۔ حافظ حمداللہ نے دس سال اصحاب الجنۃ معسکر میں استاد اور خادم کی حیثیت سے کام کیا۔ ہزاروں فدائی مجاہدین کی تربیت کی۔ ان کے ہاتھوں تربیت پانے والے سیکڑوں مجاہدین فدائی میدانوں میں گئے۔ دشمن پر برق ریز حملے کیے اور لیلائے شہادت سے ہم آغوش ہوئے۔ اسی طرح حافظ حمداللہ حامد کے پاس تربیت پانے والے مجاہدین میں سے کچھ اب بھی مختلف معسکروں میں اساتذہ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حافظ حمداللہ حامد شہادت کی محبت سے سرشار تھے۔ ہمیشہ شہادت کی تمنا اور کوشش کرتے رہے۔ اپنے ساتھیوں، اساتذہ اور والدین سے شہادت کی دعا کی درخواست کرتے رہتے۔ حافظ حمداللہ کے بھائی کہتے ہیں 'جب حامد گھر آتے تو اپنی ماں سے کہتے کہ ماں! تم میرے لیے شہادت کی دعا نہیں مانگتیں۔ ماں کہتیں یااللہ! میرے بیٹے کی یہ آرزو پوری کر دے۔' ان کے بڑے بھائی کہتے ہیں کہ 'جب ہماری والدہ کو حافظ حمداللہ کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے کہا کہ "اب میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا ہے۔ میرے بیٹے کی آرزو پوری ہوئی ہے۔'

حامد رہنمائے انسانیت رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی زیادہ محبت رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر انتہائی مضبوطی سے کاربند رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی خواب میں بہت مرتبہ زیارت ہوئی۔ ان کے فدائی مجاہد ساتھی انہیں مختلف کیفیتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خواب میں دیکھتے۔ اصحاب الجنۃ معسکر میں حامد کے ساتھی کہتے ہیں کہ 'حامد نے زندگی کے آخری دنوں میں خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جا رہے ہیں اور حامد ان کے پیچھے ہیں۔ جس مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قدم مبارک رکھتے، وہیں حمداللہ کا قدم

پڑتا۔ چناں چہ سامنے ایک پہاڑی پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کھڑے ہوتے ہیں۔ حامد بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ یہی خواب حافظ حامد کی شہادت پر منتج ہوا۔ اصحاب الجنۃ معسکر میں ایک فدائی مجاہد کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ 'حافظ حامد سے کہو کہ تمہاری ساری آرزوئیں پوری ہو جائیں گی۔'

جب حامد اور ان کے ساتھی شوراب حملے کے لیے روانہ ہونے لگے تو اسی معرکے میں ان کے ساتھی متوکل باللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ متوکل باللہ نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ 'اب جاسکتے ہو، تمہیں اجازت ہے۔' حافظ حامد بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ ساتھی ان کے تقویٰ، اخلاص، صبر اور استقامت کا اعتراف کرتے ہیں۔ حامد کے فدائی مجاہدین کے بقول استاد حامد تربیت کے میدان میں آتے تو ہم ایک خاص روحانی کیفیت محسوس کرتے۔ حافظ انتہائی اچھی آواز میں تلاوت کرتے۔ ان کی آواز بہت دل نشین تھی۔ نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جہادی ترانے پڑھتے اور ساتھی ان کی نعتوں کو بہت پسند کرتے۔

نمونے کے طور پر حافظ حامد کی پڑھی ہوئی نظموں کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

'میں دیوانہ نہیں، مجھے محبت کی طاقت نے ابھارا ہے۔ میں سر بیچ کر محبت کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہوں۔'

'اے حبیب! محبتوں کے پیاسے تیرے دیدار کو بے قرار ہیں۔ انتظار نے ان کے سینے چھلنی کر دیے ہیں۔ عشق کی درس گاہ میں محبت کا امتحان دے گئے ہیں۔ وہ کامیاب ہوئے اور تحفے میں انہیں محبت کی زندگی مل گئی۔ یہ محبت کے پیاسے قربانی کے مضمون کو تیار ہو گئے ہیں۔'

27 فروری 2019 کو جمعہ کی رات امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہدین نے ہلمند میں شوراب کے بڑے فوجی اڈے پر حملہ کیا۔ اس اڈے میں افغان فوجی بھی رہتے ہیں۔ اس اڈے سے مجاہدین اور عام لوگوں کے خلاف کارروائیاں کنٹرول کی جاتی ہیں۔ شوراب کے مبارک حملے میں 9 فدائی مجاہدین تھے۔ مولوی متوکل ہلمندی، حافظ حامد، منتقم، نوید، عبدالرحمن قندھاری، بدرالدین اور عمر منصور غزنوی، بدری اور ہلال زابلی جیسے فدائی مجاہدین بھاری اور ہلکے اسلحہ سے لیس تھے۔ یہ سب ایک خاص تکنیک سے اڈے میں داخل ہوئے۔ یہ حملہ 46 گھنٹے جاری رہا۔ اس حملے میں امریکی اور افغان فوج کو جان، مال اور وسائل کا انتہائی شدید نقصان پہنچا۔

الامارہ ویب سائٹ کی رپورٹ کے مطابق شوراب آپریشن میں 137 امریکی جارحیت پسند ہلاک ہوئے۔ 19 زخمی ہوئے۔ اسی طرح گریژن کمانڈر سراج اور کمانڈو فوجیوں کے کمانڈر منصور سمیت 260 افغان فوجی ہلاک اور 73 زخمی ہوئے۔ ان کارروائیوں میں دشمن کے بہت سے طیارے، 33 ہموی اور 19 عام ٹینک، 27 رینجر گاڑیاں اور 7 فوجی ایمبولینس، 11 تیل سے بھرے ٹینکر، تیل کے ذخائر، اسلحہ ڈپو، ورکشاپ، طیاروں کے ریڈار اور 40 فیصد عسکری تنصیبات تباہ ہو گئیں۔ حافظ حامد شوراب حملے کے دوسرے روز یکم مارچ 2019 کو بیسٹن کیمپ میں امریکی فوج کے ساتھ آمنے سامنے لڑائی میں شہادت کے اعلیٰ رتبے پر فائز ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور بڑوں کی شفقت تھی کہ حامد نے دس سال فدائی اور دیگر مجاہدین کی تربیت کی۔ وہ شہابِ ثاقب کی طرح امریکی شیطانوں کے ایک بڑے مرکز پر گرے اور سیکڑوں شیاطین کی شرارت سے امت کو نجات دلا کر خود جامِ شہادت نوش کر گئے۔

رشید حبیب زئی

طالبان حملوں کا اثر

گزشتہ دنوں شوراب میں امریکی ائیر بیس پر عین اس وقت طالبان کے حملے میں دسیوں امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے، جب قطر کے میں افغانستان کے سیاسی مستقبل کے بارے میں ایک نشست جاری تھی۔ مبصرین کے مطابق یہ نشست فیصلہ کن مذاکرات کے لیے رکھی گئی تھی۔ مذاکرات کے وقت ایسے حملوں کا جاری رہنا اس لیے بھی ضروری ہے، تاکہ اپے مطالبات منوانے کے لیے امریکا پر دباؤ ڈالا جاسکے۔ یہی وجہ ہے امریکا نے انڈونیشیا اور سعودی عرب میں مذہبی راہ نماؤں کے اجتماعات منعقد کر کے طالبان قیادت پر مذہبی حوالے سے دباؤ ڈالنے کی کوشش کی، تاکہ افغانستان میں بیرونی فوج کے خلاف جاری مقدس جہاد پر سوالات کھڑے کیے جائیں۔ جب یہ کوشش ناکام ہوئی تو ازلمے خلیل زاد عرب ممالک کے ذریعے اور امریکا نے افغانستان میں مساجد و مدارس پر بے رحمانہ بمباریاں کر کے سیاسی دباؤ ڈالنے کی کوشش کی۔ طالبان پر اس نوع کے دباؤ کا کوئی اثر ہوا اور نا ہی سترہ سالوں سے اس طرح کے اقدامات طالبان کو اپنے موقف سے پیچھے ہٹا سکے ہیں۔

دوران مذاکرات طالبان کے حملوں سے کامیابی ضرور ملے گی۔ یہ بیرونی فوج کے انخلا پر منتج ہوگی۔ بیرونی فوج بھی ٹرمپ کے کچھ فیصلوں کی وجہ سے اس وقت نہایت اضطراری اور غیر یقینی صورت حال سے دوچار ہے۔ امریکی خفیہ اداروں سمیت سی آئی اے کو بھی تشویش لاحق ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو ٹرمپ افغانستان کا مسئلہ بھی ایک ہی ٹویٹ کے ذریعے حل کر دیں۔ اس صورت حال کے سدباب کے لیے فوج کی جانب سے زلمے خلیل زاد کو یہ ذمہ داری دی گئی کہ وہ ٹرمپ کو اطمینان دلائیں کہ افغانستان کے ہاتھوں بدترین شکست سے بچنے کے لیے مذاکرات کا ڈھونگ رچا کر سیاسی راہ حاصل کریں گے۔ البتہ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ زلمے خلیل زاد نے ٹرمپ تک فوج کا پیغام نہیں پہنچایا۔

افغانستان میں امریکا کو واضح شکست کا سامنا ہے۔ محض دل بہلانے کے لیے سی آئی اے جھوٹ پر مبنی رپورٹس تیار کر کے اسے پالیسی ساز اداروں کے سامنے رکھتا ہے۔ ایسی صورت حال میں طالبان کے حملوں میں دسیوں امریکی فوجیوں کی ہلاکت کافی دردناک ثابت ہوتی ہے۔

مذاکرات کے دوران شوراب جیسے حملے تسلسل کے ساتھ جاری رہنے چاہییں۔ تاکہ اس نوع کے حملوں سے داخلی طور پر اُن افغانوں کے اسلامی احساسات کو بھی توانائی ملے، جنھوں نے سترہ سال سے امریکا کے خلاف قربانیوں کی لازوال تاریخ رقم کی ہے۔

امریکا کی جانب سے مساجد و مدارس پر حملوں کی وجہ سے دین دوست افغانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔ طالبان کی جانب سے اس نوع کے حملوں کی وجہ سے ان افغانوں کو دلی طور پر سکون ملے گا۔

حسن زوی

کرائسٹ چرچ حملہ، مقصد اور سبق

نیوزی لینڈ میں دو مساجد پر ہونے والے حملے دہشت اور وحشت سے اتنے بھرپور تھے کہ اس نے پوری دنیا کو ہلا ڈالا۔ ایسے دردناک حملوں کو نظرانداز کر دیا جائے۔ یہ حملے اپنے ساتھ بہت سے سوالات لے کر آئے۔ یہ عام حملے نہیں تھے۔ یہ پوری منصوبہ بندی ہے۔ ان حملوں نے ایک جانب مغرب کی منافقت اور اسلام سے اس کی گہری دشمنی کو واضح کیا ہے اور دوسری جانب اس میں مسلمانوں کے لیے عبرت کا بہت بڑا درس بھی ہے۔ سفاک قاتل نے حملے میں صرف یہ دیکھا کہ یہ سب مسلمان ہیں۔ سب ایک خدا کے ماننے والے اور ایک پیغمبر کے امتی ہیں۔ اس نے مسلمانوں کے باہمی مسلکوں اور فرقوں کو نظرانداز کیے رکھا۔ ہمارا دشمن ہم سب مسلمان سمجھتا ہے اور اسی اسلام کی وجہ سے وہ ہمارا دشمن ہے۔

ایک ہفتے میں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ پورے مغرب میں عموماً اور نیوزی لینڈ میں خصوصاً لوگوں کی ہمدردی اور رغبت بڑھ گئی۔ شائع ہونے والے محتاط اعداد و شمار کے مطابق 4700 سے زیادہ خواتین اور مردوں نے اسلام قبول کیا۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اگلے جمعے کو بہت سے مسلمان نماز کے لیے مساجد میں آئے تو ان کے ساتھ بہت سے غیر مسلم بھی اظہار یکجہتی کے لیے آئے۔ نیوزی لینڈ کی تاریخ میں پہلی بار اذان لاؤڈ اسپیکر پر ہوئی اور اسے ٹی وی پر نشر کیا گیا۔ پہلی بار ایک ہی مقام پر جمعہ کی نماز کا اتنا بڑا اجتماع بڑی شان و شوکت سے ہوا۔ یہ اہم ہے کہ نیوزی لینڈ یا کسی دوسرے ملک میں مسلمان خوف زدہ ہوئے، نہ ان کی جرات میں کمی آئی اور نہ ہی معمولات میں کوئی رکاوٹ۔

سرحدوں پر آباد دونوں جانب کے لوگ ایک دین کے ساتھ ساتھ ایک قبیلے، رنگ، زبان اور کلچر سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ان کی آپس میں رشتہ داری بھی ہوتی ہے۔ مگر ان کے درمیان جمہوری دیواریں، خاردار تاریں اور لائنیں کھینچی گئی ہیں کہ وہ آپس میں سالوں تک نہیں مل سکتے۔ وہ باہم رشتے داریاں نبھانے کے لیے جمہوری پاسپورٹ اور ویزوں کے محتاج بنا دیے گئے ہیں۔ بہت سے مسلم پڑوسی ممالک ایک دوسرے کو حملوں کی دھمکیاں بھی دیتے ہیں۔ بہت سے تو ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار بھی ہیں۔ مسلم ممالک میں بھی بہت سے لوگ لسانی، قبائلی، تنظیمی اور مذہبی تعصبات کا شکار ہیں۔ بہت سے ممالک میں انہی تعصبات کی بنیاد پر تقسیم کی تحریکیں بھی چل رہی ہیں۔

آج مسلمان شدید انتشار اور تفرقہ بازی کا شکار ہیں۔ ہم نے ایک دارالاسلام اور ایک حکمران کے کئی حکمران پال رکھے ہیں، جو ہماری بے اتفاقی کی وجہ سے ہمیں نوچ رہے ہیں۔ اکثر پڑوسی مسلم ممالک ایسے ہیں کہ ان کی

ہمارے دشمن نے بہت گہرے منصوبے بنا کر انتہائی مکاری سے اسلامی معاشرے کو تقسیم کر دیا ہے۔ افغانستان، کشمیر، فلسطین، صومالیہ، یمن، شام اور برما میں ہمارے وہ مسلمان نوجوان شہید ہوتے ہیں، جو اپنے

ناموس اور وطن کے دفاع کی خاطر اٹھے ہیں۔ خود کو لبرل یا روشن خیال سمجھنے والے مسلمان نہ صرف ان نوجوانوں کی شہادت پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ روشن خیال اسلامی دنیا کا وہ ناسور ہیں، جو اپنے ہی ہم مذہبوں کو کافروں کے ہاتھ بیچ کر اپنے پیٹ کی بھوک مٹاتے اور شرم گاہ کی ہوس پوری کرتے ہیں۔ اگر تمام مسلمان باہم بھائی بھائی بن کر اللہ تعالی کی وحدت کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھتے تو کفار کی جرات نہیں ہے کہ وہ اسلام کی طرف میلی آنکھ سے دیکھ سکے۔

نیوزی لینڈ حملہ آور جانتا تھا کہ یہ مسلمانوں کی مسجد ہے۔ اسے جمعے کا دن بھی معلوم تھا۔ جمعے کی نماز کا وقت بھی جانتا تھا۔ خود کار اسلحہ لے کر چلانا بھی جانتا تھا۔ کرائسٹ چرچ کا علاقہ انسانوں سے بھرا تھا۔ اس نے سڑک، راستے، مارکیٹ کہیں بھی کسی غیر مسلم کو نشانہ نہیں بنایا۔ پھر بھی مغربی میڈیا کے مطابق وہ ذہنی مریض تھا؟ ترقی یافتہ، انصاف اور قانون کے پابند ایک ذمہ دار ملک میں ایسا واقعہ ہونا معمولی بات نہیں ہے۔ اس واقعے کے ریشے بہت گہرے ہیں۔ حملہ آور نے اپنی گن پر بہت سی وہ تاریخیں لکھی تھیں، جن میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جنگیں ہوئی تھیں۔ اسلام دشمنوں کا خیال ہوا گا کہ اس واقعے سے پورے مغرب میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ایک بڑا ہنگامہ کھڑا ہو گا اور پر تشدد واقعات جنم لیں گے۔ مسلمانوں کا قتل عام ہو گا۔ مغرب میں مسلمانوں کی آمد اور اسلام کی اشاعت کا راستہ رک جائے گا۔ الحمدللہ! کفار ایسا کوئی ہدف حاصل نہیں کر سکے۔

نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم جے سینڈا نے دوپٹہ پہنا، شہید ہونے والے مسلمانوں کے گھروں میں گئیں۔ ان سے معافی مانگی کہ مسلمانوں کا تحفظ نہیں کیا جاسکا۔ یہ واقعہ روکا نہیں جاسکا۔ انہوں نے حملہ آور کو دہشت گرد قرار دے کر شہیدوں کے خاندانوں کو معاوضہ دینے کا اعلان کیا۔ شہیدوں کی یاد میں پارلیمنٹ کا خصوصی اجلاس بلایا گیا۔ اجلاس میں شرکت کے موقع پر بھی وزیر اعظم نے دوپٹہ پہنا ہوا تھا۔ پارلیمنٹ میں داخل ہوتے ہوئے انہوں نے السلام علیکم کہا۔ اجلاس کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا۔ یہ تلاوت ٹی وی پر بھی نشر کی گئی۔

ایسا نیوزی لینڈ کی تاریخ میں پہلی بار ہوا۔ ایک ہفتے میں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ پورے مغرب میں عموما اور نیوزی لینڈ میں خصوصا لوگوں کی ہمدردی اور رغبت بڑھ گئی۔ شائع ہونے والے محتاط اعداد و شمار کے مطابق 4700 سے زیادہ خواتین اور مردوں نے اسلام قبول کیا۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اگلے جمعے کو بہت سے مسلمان نماز کے لیے مساجد میں آئے تو ان کے ساتھ بہت سے غیر مسلم بھی اظہار یکجہتی کے لیے آئے۔ نیوزی لینڈ کی تاریخ میں پہلی بار اذان لاوڈ اسپیکر پر ہوئی اور اسے ٹی وی پر نشر کیا گیا۔ پہلی بار ایک ہی مقام پر جمعہ کی نماز کا اتنا بڑا اجتماع بڑی شان و شوکت سے ہوا۔ یہ اہم ہے کہ نیوزی لینڈ یا کسی دوسرے ملک میں مسلمان خوف زدہ ہوئے، نہ ان کی جرات میں کمی آئی اور نہ ہی معمولات میں کوئی رکاوٹ۔

اسلام دشمنوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام وہ سمندر ہے، جس کی موجوں میں ہمیشہ تلاطم رہتا ہے۔ کوئی واقعہ، حادثہ اور کوئی کوشش اس کا راستہ نہیں روک سکتی۔ اس طرح کے واقعات سے اسلام دشمن مزید بدنام ہوں گے۔ اسلام ایک تیز ہوا کی طرح پھیلتا رہے گا۔ ان شاءاللہ

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
جتنا بھی دباوگے اتنا ہی یہ ابھرے گا

ہارون بلخی

کابل لویہ جرگہ کے حقائق

افغان تاریخ میں قبائلی عمائدین، علمائے کرام اور مشائخ ہمیشہ سرفہرست رہے ہیں۔ جب بھی بیرونی غاصبوں کی جانب سے جارحیت ہوئی تو مذکورہ اشخاص نے عوامی جرگوں کے ذریعے تمام مسائل اور مشکلات حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ افغان تاریخ میں جرگے کو اہم حاصل ہے۔ ہزاروں افراد جرگوں میں شرکت کر کے ملک کو بیرونی اور اندرونی بحرانوں سے نکال کر امن و امان اور خوش حال زندگی کا سنگ بنیاد رکھتے ہیں۔ گزشتہ چالیس برسوں کے دوران سوویت یونین مغربی اتحاد کے رحم و کرم پر برسراقتدار آنے والے کٹھ پتلی حکمرانوں نے جرگوں کی حیثیت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ امریکی یلغار کے دوران کئی جرگے منعقد کیے گئے۔ ان کے تمام فوائد مغربی استعمار اور نقصانات افغان مظلوم اور غیور نے اٹھائے۔

افغانستان کے طویل بحران کو پرامن طور پر حل کرنے کی خاطر طالبان اور امریکی نمائندوں کے درمیان براہ راست مذاکرات اہم مرحلے میں داخل ہو گئے۔ ہیں۔ اشرف غنی نے اس حال میں جرگے کے انعقاد کا اعلان کیا کہ نام نہاد صدارتی الیکشن کی بارہ انتخابی ٹیموں، سابق کٹھ پتلی صدر حامد کرزئی اور دیگر نے اس تقریب کے بائیکاٹ کا اعلان کرتے ہوئے اسے ایک بے فائدہ نشست قرار دیا۔ جب کہ۔ عبداللہ عبداللہ نے بھی جرگے کی مخالفت کا اظہار کیا اور اسے اشرف غنی کے صدارتی الیکشن کی مہم اور اقتدار کو طول دینے کا ڈرامہ کہا۔ اس نام نہاد جرگے کا افتتاح 29 اپریل کو ہوا۔ اس دوران کابل شہر کو مکمل طور سیل کر دیا گیا۔ کابل کے شہریوں کو جرگے کے مقام سے دس کلومیٹر کے فاصلے تک جانے کی اجازت نہیں ہے۔ شہر مکمل طور پر بند اور کرفیو کی حالت میں ہے۔ جب کہ شہر کی فضا میں کبھی کبھار ہیلی کاپٹر چکر لگاتے رہتے ہیں۔ شہریوں نے سوشل میڈیا میں جرگے سے ناراضی کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ سلسلہ ایک ہفتے تک جاری رہے گا۔ اس کے نتیجے میں عوام کو شدید مسائل اور مشکلات کا سامنا ہو گا۔

سب سے مضحکہ خیز بات ہے کہ دیہات سے آئے ہوئے سادہ لوح افراد کے جذبات کو ابھارتے ہوئے ان کے۔ سامنے ایک جعلی ویڈیو کلپ بھی نشر کیا گیا، جس میں مختلف دھماکوں سے زخمیوں کی چیخ و پکار کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ جب کہ ویڈیو میں پگڑی باندھے ہوئے ایک شخص برقعہ پوش خاتون کو ڈنڈے سے مار رہا ہے۔ اس کے علاوہ مزید جعلی اور دل خراش پروپیگنڈا ویڈیوز پیش کی گئیں۔ جہادی فلموں کے۔ ماہرین کے مطابق اس ویڈیو میں مختلف ممالک کے حالات کو اکٹھا کر کے تمام کی ذمہ داری طالبان پر ڈال دی گئی۔ اس سے نہ صرف صلح کے عمل کو نقصان پہنچے گا، بلکہ اشرف غنی کی حیثیت کو بھی شدید دھچکا لگے گا۔ مستقبل میں انہیں بدترین دغاباز اور اپنی قوم کے دشمن کے طور پر یاد کیا جائے گا۔

کابل انتظامیہ کے ذرائع کا کہنا ہے کہ جرگے میں 3200 افراد شریک ہیں۔ جب کہ ایک اور ذریعے سے اطلاع ملی ہے کہ جرگے میں شرکا کی تعداد 6690 ہے۔ ان میں سے 4200 افراد کابل اور صوبوں سے اعلی اور متوسط سرکاری اہل کار ہیں۔ تقریبا 1800 افراد غیر سرکاری ہیں، جو صدارتی محل کی الیکشن ٹیم کے فیس بک ایڈ من ہیں۔ اس حوالے سے جرگہ کمیٹی کے رکن اور کابل یونیورسٹی کے پروفیسر محمود مرہون نے کہا کہ جرگے کے شرکا کی تعداد کا 3000 تک اندازہ ہے۔ جبکہ ان کے کارڈ کا سیریل نمبر 5000 سے کر گیا ہے۔ جب کہ 8000 کا نمبر جاری ہوتے بھی دیکھا گیا ہے۔ ذرائع کے مطابق شرکا میں سے 480 افراد کو صرف یہ ذمہ داری دی گئی ہے کہ وہ مجلس میں سے کسی کو آواز اٹھانے نہیں دیں گے۔ اس کے علاوہ ہر فرد کو 50000 پچاس ہزار افغانی روپے 'جیب خرچ' کے طور پر دیے جا رہے ہیں۔ جب کہ۔ جرگے پر تقریبا 12 ملین ڈالر کی لاگت آئے گی۔

تجزیہ نگاروں کے مطابق ایک جانب طالبان اور امریکا کے درمیان مذاکرات اور دوسری طرف ماسکو بین الافغانی اجلاس کی وجہ سے افغان حکومت علیحدہ کر دی گئی ہے۔ حکومت خطے میں اپنی ساکھ پہلے ہی سے کھو چکی ہے۔ مزید یہ کہ اب اس کے تعلقات امریکا کے ساتھ بھی سرد پڑ چکے ہیں۔ ان کے مطابق ایسی خستہ حالت میں منعقد کیا گیا جرگہ بے فائدہ ہی رہے گا۔ افغان تاریخ دان اور فلسفی قدرت اللہ حداد نے سابق صدر حامد کرزئی کے دور میں منعقد ہونے والے جرگے کے حوالے سے لکھا تھا کہ امریکی استعمار نے افغانستان کی ملی ثقافت کی توہین کی اور۔ استعمار اپنے اہداف کٹھ پتلی انتظامیہ کی مدد سے پوارے کر رہا ہے۔

افغان دستور کے مطابق جرگہ مشورے کے لیے نہیں ہوتا، بلکہ باصلاحیت عمائدین کی جانب سے فیصلے کی غرض سے منعقد کیا جاتا ہے۔ 'مشاوراتی جرگہ' کے عنوان سے منعقد ہونے والا ڈرامہ حکومت کی حمایت کرے گا اور یہ لایعنی مطالبہ دھرایا جائے گا کہ طالبان امریکا مذاکرات افغان حکومت کی قیادت میں ہونے چاہییں۔ پہلے بھی افغان حکومت کے ایسے مطالبے کو امریکا اور طالبان نے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ امید کی جاسکتی ہے کہ موجودہ جرگہ اشرف غنی کے۔ اقتدار کو طول دینے کی خاطر سپریم کورٹ کے فیصلے کی تائید کرے گا۔ افغان امور کے امریکی تجزیہ نگار بارنیٹ روبین نے کہا ہے کہ افغان حکام اکثر لویہ جرگہ ذاتی مفادات کے لیے استعمال منعقد کرتے ہیں۔ موجودہ صورت حال کے حوالے سے منعقد جرگے کو عوام کا اعتماد حاصل نہیں ہے۔

ابن ہاشم

افغان تجربات سے سبق سیکھیں

تاریخ کی مثال ایک روشن چراغ کی سی ہوتی ہے جو مستقبل کا راستہ دکھلاتا ہے۔ اگر تاریخ سے لاپروائی برتی جائے تو یہ مستقبل کو تباہ کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہوتی ہے کہ تاریخ کو غلط انداز میں پڑھنے اور اس سے غلط نتائج نکالنے کی کوشش کی جائے۔ یا من پسند نتائج کے حصول کی کوشش کی جائے۔ یا کسی سیاسی غرض کے پیش نظر علمی دیانتداری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تاریخ کو توڑ مروڑ کر مخصوص نتائج حاصل کیے جائیں۔

مسلمانوں نے اپنی ماضی قریب و بعید کی تاریخ سے مسلسل بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان سے مسلسل اور بڑی بڑی غلطیاں سرزد ہوتی رہیں۔ ممالک اسلامیہ میں موجود اضطرابات اور ثقافتی و فکری چیلنجز کی شکل میں ان غلطیوں کے نتائج کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ ان پر دشمنوں کا تسلط ہے، دشمن ان کے کئی امور زندگی میں فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں، ان سے ان کی دولت چھین چکے ہیں، دین کو کمزور کر کے عملاً اسے زندگی سے دیس نکالا دے چکے ہیں اور مسلمانوں کی صفوں میں پھوٹ ڈالدی ہے۔ جس کے نتیجے میں امن وامان کا خون ہوا، آپس میں انتشار کی وبا پھیلی، قتل وغارتگری عام ہوئی، اور چین وسکون غارت ہوا۔

تاریخِ اسلامی کے ساتھ ساتھ دیگر اقوام کی تاریخ بھی ہمارے لئے بہت اہمیت کی حامل ہے تاکہ ہم اس سے سبق لے سکیں، اس لئے کہ انسانی سفر ساری دنیا میں یکساں ہی ہے اور مختلف اقوام کا ایک دوسرے پر اثر ہوتا ہے۔ یہ بات جس قدر آج واضح ہے آج سے پہلے کسی زمانے میں نہ تھی۔ گزشتہ چار دہائیوں کے افغان تجربات اس بات کی مکمل نشاندہی کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے تاریخ سے اور اس کے دروس سے مکمل غفلت برتی ہے۔ جس کا نتیجہ لاکھوں لوگوں کی زندگی داؤ پر لگانے اور لامحدود اموال کی تباہی و بربادی کی شکل میں بھگتنا پڑا ہے۔

اگر عرب، روس کے خلاف جہادِ افغانستان سے حاصل ہونے والے درس کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو اپنے بادشاہوں کے ظلم وستم کے خلاف برپا کی جانے والی تحریکوں میں بڑی بڑی غلطیوں کا شکار نہ ہوتے۔ اور وہ تحریکیں ناکامی کا سامنا نہ کرتیں۔ عرب کو ان تحریکوں میں ہرگز ناکام نہ ہونا چاہیے تھا، اس لئے کہ ان کے تو ہزاروں جوان خود افغان تجربہ کا حصہ تھے، ان میں سے سینکڑوں نے سرزمینِ افغانستان پر جام شہادت نوش کیا۔ افغان تجربہ تاریخِ اسلام بلکہ تاریخِ انسانی کا ایک انوکھا تجربہ تھا، لیکن مسلمانوں نے اس سے سب سے کم سبق لیا اور سابقہ غلطیوں کو نہ صرف دہراتے رہے بلکہ ان میں اضافے کرتے گئے۔ نتیجہ ہمارے سامنے ہے: نقصانات، فسادات، تخریب کاریاں، دشمنوں کا زندگی کے اکثر شعبوں پر تسلط وغیرہ وغیرہ۔

مسلمانوں نے اس واضح حقیقت کا ادراک کرنے میں غلطی کی جس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ فرمایا ہے: (وتلك أمتكم أمة واحدة، وأنا ربكم فاعبدون) کہ تم پوری ایک امت ہو اور میں تمہارا رب ہوں، تم میری عبادت و بندگی کرو۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ممالک عربیہ میں پائے جانے والے اضطراب کے پیچھے افغانستان میں جاری حق و باطل کی کشمکش کا بڑا گہرا اثر ہے۔ اس کے پیچھے امریکا کی سرپرستی اور نیٹو کی شرکت کے ساتھ جاری رکھے جانے والے اس ظلم کے اثرات بھی ہیں جس میں اسرائیل بھی پوری طرح ملوث ہے، لیکن افغانستان پر چڑھائی کے حقیقی اسباب سے پردہ اٹھ جانے کا خوف اسرائیل کو سامنے نہیں آنے دیتا۔

امریکا اور اتحادیوں کی افغانستان میں شکست اور یہاں سے غیر مشروط انخلاء پر مجبوری کے بعد وہ پھر سے سرزمین عرب میں انتشار پھیلا رہے ہیں تاکہ ایک طرف تو اسرائیلی برتری کو برقرار رکھا جاسکے اور دوسری طرف امریکا اور اتحادیوں کے سرزمین عرب کی دولت سے وابستہ مفادات کا تحفظ ہو سکے، نیز سرزمین عرب کی عسکری اہمیت سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکے۔ امریکا، نیٹو اور اسرائیل ہی وہ پس پردہ شیطانی قوتیں ہیں جو بلادِ عربیہ میں تخریب کاری، غربت وافلاس اور قتل وغارتگری

پھیلا رہی ہیں، تاکہ اصلاحی تحریکیں معاشرے میں خونریزی پھیلنے اور قوم میں اختلافات کا سبب بن جائیں۔ اور اس ساری صورتحال کو یہ مغربی ممالک پوری منافقت سے "عرب بہار" کا نام دے رہے ہیں۔

اور وہی "اسلامی" قوتیں جو ایک عرصے سے افغانستان میں دشمنوں کو معاونت فراہم کررہی ہیں، بلادِ عربیہ میں بھی ان کے استعماری ایجنڈے کی تکمیل میں پوری طرح سے ان کے ساتھ ہیں۔ اور اس معاونت کے بدلے میں تھوڑی سی دولت اور سیاسی اقتدار کی خواہاں ہیں۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ ظالم مغربی استعماری طاقتوں کو مدد فراہم کرنے والوں میں وہ جماعتیں بھی شامل ہیں جو اسلامی سمجھی جاتیں ہیں اور اسلامی نعرے لگاتی ہیں، ایسے نعرے جو ان کے حلق تک ہی ہیں، ان کے دلوں میں اس کا کوئی ذرہ بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ افغان جہادی تنظیموں کے قائدین نے کیا، انہوں نے اپنی قوم کی قیمت لگادی اور مغربی شیطانی لشکروں کو مشرقی شیطانی لشکروں کی جگہ لینے کی دعوت دی۔

طالبان کی اصلاحی تحریک ایسے ہی لوگوں کے پھیلائے ہوئے شر وفساد کے خلاف اٹھی تھی جنہوں نے کابل میں سلطنت قائم کی اور بجائے اس کے کہ اسلام کے مطابق حکومت کرتے، اسلام دشمنوں کو تعاون فراہم کرکے اسلام کی بنیادیں اکھاڑنے کی ہر ممکن کوشش کی، اگرچہ بظاہر وہ اسلام کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ اسلام پر عمل کی بجائے صرف ظاہری شکل وصورت کو اسلامی کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے یہ سب اس افغانی معاشرے میں ہوا جس نے اشتراکیت کے خلاف اور نفاذِ اسلام کے لئے تقریباً دو ملین شہداء کی قربانی دی۔

حرکت اسلامی اور اس کے انقلاب کے نام نہاد دعویدار حقیقت میں مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے تھے اور دین اور اپنی قوم کے خون کا سودا کرنے میں مشغول تھے تاکہ امریکا اور یورپ کو خوش کرکے حکومت پر قبضہ جما سکیں۔ پس انہوں نے یہ علاقے پلیٹ میں رکھ کہ دشمنوں کو پیش کردیئے تاکہ اپنے مقاصد حاصل کرسکیں۔ ان لوگوں نے دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا، حق کو باطل کے ساتھ ملا کر لوگوں کو گمراہ کیا۔

افغانستان کے اس تلخ تجربے سے عرب نے فائدہ اٹھایا، یا وہی غلطیاں دہرائیں؟ کیا افغانستان میں عرب جوانوں کا خون بغیر کسی سبق حاصل کیے رائیگاں چلا گیا؟

ہاں انہوں نے کوئی سبق نہ لیا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ وہاں بھی اسی قسم کے لیڈر ہیں جو اسلام کے نام پر اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ملک کے ملک بمع دولت وثروت ضائع ہورہے ہیں، فتنے پھیلتے جارہے ہیں، اور قوم حیرت زدہ ہے کہ کہاں جائے؟ واقعتاً قوم جائے بھی تو کہاں جائے، اکثر قائدین چاہے وہ جہادی پس منظر سے ہوں یا دعوتی، فتنہ وفساد کا شکار ہوچکے ہیں، اور اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کی بجائے مغربی جمہوریت کے گیت گارہے ہیں۔ بظاہر اسلام کے وفادار اور حقیقت میں اعداءِ اسلام امریکا، اسرائیل اور نیٹو کے تابعدار۔ اور انعام کیا پایا؟ وہی جو ان کے بھائیوں نے افغانستان میں پایا یعنی مالِ حرام اور ذلت آمیز حکومت۔

یہ اپنی قوم کو یہ باور کراتے رہے کہ مغربی جمہوریت عینِ اسلام ہے، ظلم وسرکشی، دولت کی لوٹ کھسوٹ، مسلمانوں کی معیشت کمزور کرنا، ان کی صحتیں بگاڑنا، ان کے اخلاق بگاڑنا ہی اسلام کی تعلیمات ہیں۔ گویا کہ دشمنوں کے سامنے سر تسلیم خم کئے رکھنا اور مسلمانوں کا نقصان کرنا ہی اسلامی اعتدال ہے۔ حالانکہ اس سے بڑھ کر اسلام کے لئے کیا چیز نقصان دہ ہوسکتی ہے؟ بلکہ یہ تو اللہ کے راستے سے روکنے کا بدترین طریقہ ہے۔

سرزمین افغانستان جہاں علماء کرام نے اپنی تعلیم کو حکومتی امداد اور بالفاظِ دیگر حکومتی تسلط سے مکمل طور پر بچائے رکھا اس دھوکے کا بہترین جواب ہے کہ دعوتی اور اصلاحی تحریکیں دشمنوں کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے اصلاح کا عمل تقریباً ناممکن ہے۔ اصل راز کی بات یہ ہے کہ دینی تعلیم کو ایسے عناصر کی مالی امداد سے بچا کر رکھا جائے جن کے مقاصد مذموم ہوں۔ جو امداد کے نام پر نظام میں دخل اندازی کرنا چاہتے ہوں۔

افغانستان کی آزاد قوم نے آزاد علماء دین پیدا کئے اور دینی تعلیم کو مستقل بالذات حیثیت دی۔ انہی میں سے تحریک طالبان اٹھی، جس نے اپنی قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھاتے ہوئے مفسدین کو اقتدار سے الگ کردیا۔ پھر جب ان مفسدین کی مدد کے لئے مغربی لشکر افغانستان میں داخل ہوئے تو افغان قوم نے تحریک طالبان کے ساتھ مل کر تاریخی جدوجہد کی اور ایک اور طاقت کو پاش پاش کردیا جیسا کہ روس کو کیا تھا۔ لیکن اس دفعہ ایک اور اہم بات ہونے جارہی ہے وہ یہ کہ افغان قوم اکیلی نہیں ہوگی بلکہ دیگر اسلامی طاقتیں بھی ان کے ساتھ ہونگی تاکہ امتِ اسلامیہ انسانی تاریخ کی

قیادت کا فریضہ سرانجام دے سکے۔ ان شاءاللہ یہ ضرور ہوگا چاہے داخلی اور خارجی دشمن کتنے ہی تلملائیں اور چیں بجبیں ہوں۔ (واللہ غالب علی أمرہ).

تین افغانی تجربات:

افغانستان میں ہونے والے تین مسلسل تجربات کے نتائج پوری امت مسلمہ کے لئے بڑے اہم سبق کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلا مرحلہ تو وہ تھا جب کمیونسٹ سوویت یونین کے خلاف ۱۹۷۸ء سے ۱۹۹۲ء تک جہاد ہوتا رہا۔

دوسرا مرحلہ وہ تھا جب ۱۹۹۴ء سے لے کر ۲۰۰۱ء تک طالبان کی قیادت میں اصلاحی تحریک چلی اور اس کے نتیجے میں امارت اسلامیہ کا نظام قائم ہوا۔ پھر امریکہ کی طرف سے مسلط کردہ ظالمانہ جنگ کے نتیجے میں اس کا اختتام ہوا۔

اور تیسرا مرحلہ وہ ہے جو ۲۰۰۱ء میں امریکی قبضے سے شروع ہوا اور ۲۰۱۲ء میں ان کے فرار سے اب تک جاری ہے۔

ان تین مراحل سے جو درس حاصل ہوئے ان کی تصدیق ان واقعات نے بھی کر دی ہے جو عرب میں پیش آ رہے ہیں اور جنہیں اہل مغرب "عربی بہار" کا نام دیتے ہیں۔ ان دروس ونکات میں سے بعض حسبِ ذیل ہیں:

۱: اسلام قول وعمل کا نام ہے:

اگر کسی قومی تحریک کی بنیاد اسلام ہو تو پھر قیادت پر لازم ہے کہ وہ اسلام پر اس طرح عمل کریں کہ کہیں قول وفعل میں کوئی تضاد نہ ملے۔ ہم نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے زبانی نعرے تو خوب لگائے لیکن عمل میں کوتاہی واضح تھی۔ اس عملی کوتاہی کا ازالہ کرنے کے لئے ان لوگوں نے غیر مناسب مواقع پر تشدد سے کام لیا، اور جہاں نرمی دکھانی تھی وہاں سختی دکھائی، بلکہ جہاں گفت وشنید کی ضرورت تھی وہاں تلوار تھام لی۔ اور بعض نے اپنے غلط سلط نعروں کو جہاد سے فرار اور دشمنانِ دین سے تعاون کے لئے پردہ بنالیا۔

۲: متحدہ قیادت اور متحدہ نظم:

اتحادِ اسلامی اور فرقہ بندی سے اجتناب پر بہت بڑی تعداد میں آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ طیبہ موجود ہیں، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے ان پر عمل سب سے مشکل کام ہے۔ یہاں تک کہ سخت ترین حالات میں بھی اس پر عمل نہیں کر رہے ہے۔ عرب بہار کے طوفان میں یہ سب باتیں بالکل واضح ہیں کہ لوگوں نے لڑائی جھگڑے کو اپنا شعار بنایا ہوا ہے، عمل کے لئے تیار نہیں۔ اور نہ ہی روس کے خلاف ہونے والے جہاد سے ہی سبق لیتے ہیں کہ جب پشاور میں جہادی تنظیموں کی کثرت اور مختلف قیادتوں کا وجود غیر دینی بنیادوں پر مجاہدین کے درمیان تنظیمی اختلاف کا سبب بنا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن نے جہاد کو ہی مذاق بنا دیا اور افغان قوم اپنی عظیم قربانیوں کے ثمرات سے محروم رہی۔ اور آخر کار ان باہم متصادم لیڈروں کی اصلیت ظاہر ہو ہی گئی۔ پس ایک غاصب کی جگہ دوسرے غاصب نے لے لی یعنی سوویت یونین کی جگہ امریکہ کا قبضہ آگیا۔ ان لوگوں کی نیت میں تو شروع ہی سے فتور تھا اور یہ امریکہ کے ساتھ تھے لیکن مجاہدین کو دھوکا دینے کے لئے انہوں نے دلکش نعروں اور تقریروں کا سہارا لے رکھا تھا۔

جہادی تنظیموں کی کثرت قوتِ مقابلہ کو توڑ کر رکھ دیتی ہے، اور آزادی کے بعد مسلح خانہ جنگی کا سبب بنتی ہے۔ سوائے ان چند مقامات کے جہاں سخت جغرافیائی حالات یا لاجسٹک مسائل اس پر مجبور کرتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے سیٹ اپ رکھے جائیں۔ لیکن روس کے خلاف افغان جہاد کے وقت افغانستان میں جہادی تنظیموں کی کثرت کی وجہ یہ نہیں تھی بلکہ وہاں غیر ملکی عوامل کام کر رہے تھے۔

اور یہی صورت حال اس وقت پورے عالمِ اسلامی کی تنظیموں کی ہے، یہاں تک کہ دعوتی اور جہادی تنظیموں کا بھی یہی حال ہے، غیر ملکی سرمایہ جہاد کو برباد کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے جس کے نتیجے میں اسلامی معاشرہ غیر ملکی کشمکش کا میدان بن جاتا ہے۔

۳: قومی اتحاد اور قومی مفادات کا تحفظ:

آزادی کے حصول کے بعد اللہ تعالی پر توکل اور بھروسے کے بعد جہادی عمل کی کامیابی کے لئے قوم کی مدد درکار ہوتی ہے یعنی تعمیری کام شروع کرنے سے پہلے بطور تمہید ملک میں صفائی کا عمل کرنا ہوگا۔ دشمنوں کے خلاف جہاد میں جتنا اللہ تعالی کی ذاتِ عالی پر توکل بڑھتا جائے گا اتنا ہی انسانی طاقت، مالی اور دیگر تعاون کے لئے قوم پر بھی بھروسہ اور اعتماد بڑھتا جائے گا۔ اور اللہ تعالی کی مدد پکی ہو جائے گی۔

اس کے برعکس اصولی بات یہ ہے کہ اگر جہاد کو ناکام کرنا ہو تو اللہ تعالی پر ایمان اور توکل کو کمزور کر دیا جائے، اور اللہ تعالی کے وعدوں پر یقین ختم کر دیا جائے، پھر

ساتھ ہی قوم پر اعتماد بھی زائل کر دیا جائے اور ان کا تعاون نہ حاصل کرنے دیا جائے۔ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ نام نہاد جہادی تحریکیں قوم کے ساتھ ایسا سلوک کر رہی ہیں جیسے وہ خود کوئی غاصب قوت ہوں۔

سیاسی استحکام کے لئے اور جہاد کو محض مہم جوئی بننے سے بچانے کے لئے قوم پر اعتماد نہایت ضروری ہے۔ یہ اتحاد قوم کو ان خارجی عوامل کی دست برد سے بچانے کے لئے بھی ضروری ہے جو اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے، اور بے کار باتوں میں الجھا کر اصلی مسائل سے غافل کرنے کے لئے کثیر سرمایہ لگاتے ہیں۔

اسلامی قیادت کی ذمہ داریاں صرف جنگ ہی سے متعلق نہیں ہیں بلکہ حالتِ امن میں بھی اس کی ذمہ داریاں ہیں۔ ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ اسلام کو زندگی کے ہر معاملے میں فوقیت دی جائے اور اسے کسی بھی جاہل کے ہاتھ تماشا نہ بننے دیا جائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کی جان، مال اور ان کے موجودہ اور آئندہ مفادات کا تحفظ کیا جائے۔ نیز معاشرے میں عدل وانصاف قائم کیا جائے اور لوگوں کو اسلام کی عطا کردہ آزادی سے پوری طرح مستفید ہونے کا موقع دیا جائے۔

افغانستان کو نام نہاد بہار سے کیا سبق لینا چاہیئے؟

جس طرح افغانستان کے تجربات تمام امتِ مسلمہ کے لئے بالعموم اور بلادِ عربیہ کے لئے بالخصوص اہمیت کے حامل ہیں، اسی طرح عرب کی نام نہاد بہار کا تجربہ آزادی کے بعد افغانستان کو بڑا کام آسکتا ہے۔ وہ تمام خطرات جو بلادِ عربیہ میں سامنے آئے وہ کسی دوسرے اسلامی ملک کو بھی پیش آسکتے ہیں، اور ویسے ہی خطرناک نتائج کا سبب بن سکتے ہیں۔ مثلا:

مغربی جمہوریت کی پیروی کے نتیجے میں معاشرہ مختلف جماعتوں میں بٹ کر اپنی اجتماعی حیثیت کھو سکتا ہے۔ اور قوم کے حقیقی دینی اور دنیاوی تقاضوں کی جگہ ثانوی حیثیت کے مسائل لے سکتے ہیں۔ پس خوب جماعتیں ہونگی جو خارجی عوامل یعنی دشمنوں کی آلہ کار بن کر تخریب کاری کریں گی۔ اس طرح پورا ملک اضطراب اور اختلافات کا شکار ہو جائے گا اور حقیقی قومی مسائل جوں کے توں کھڑے رہیں گے۔

مغربی جمہوریت کا مزاج اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ آزادئ اظہارِ رائے، انسانی حقوق اور اس طرح کے دیگر ڈھکوسلوں کے نام پر اسلام کی توہین کی جائے اور اس کے مقدسات پر دست درازی کی جائے۔ اور واضح طور پر خیانت قرار پانے والے اعمال سرانجام دیئے جائیں۔

حرکت اسلامی اپنی تمام شاخوں کے ساتھ مغربی جمہوریت کا شکار ہو چکی ہے، جبکہ حالات نے ان جماعتوں کا اسلامی سیاست میں ناکام ہونا ثابت کر دیا ہے، اس طرح کہ ان کے دعوے ان کے عمل کے خلاف نظر آتے ہیں۔ بس سیاسی مفادات حاصل کرنے کی ایک دوڑ لگی ہوئی ہے۔ پس بلادِ بہار کی اسلامی جماعتوں اور ان جماعتوں میں کوئی فرق اور امتیاز ممکن نہیں، وہ بھی انحطاط کا شکار، یہ بھی انحطاط کا شکار۔ وہ بھی اقتدار کی دوڑ میں اپنی اساس، عقیدے، قومی وملی مفادات کو قربان کرنے کے لئے تیار اور یہ بھی۔ پس نہ تو ان کی سیاست اسلامی سیاست رہی اور نہ ان کا دعوی ہی صحیح سالم برقرار رہ سکا۔

مشہور مصری مصنف اور شاعر فاروق جویدہ "الاہرام" کی ۲۸ اپریل ۲۰۱۳ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں: لوگوں کے اخلاق انتہائی فاسد ہو چکے ہیں اور اب معاملہ سڑک پر دینی نعروں کی حد تک ہی رہ گیا ہے۔ اس کے باوجود آپ کو مشکل سے ہی کوئی امام یا خطیب اچھے اخلاق پر گفتگو کرتا ملے گا، کیونکہ ہم سب سیاست میں غرق ہیں۔

آزادئ اظہارِ رائے، آزادئ فکر وغیرہ صرف نعرے ہیں جن کی حقیقت اس کے بالکل برخلاف ہے جیسی فوری طور پر نظر آتی ہے۔ ان نام نہاد حقوق میں آخر کار خیانت کو نقطہ نظر کا نام دے دیا جاتا ہے، دین کو طعن وتشنیع اور تحریف کا نشانہ بنایا جاتا ہے، مسلمہ دینی ضوابط بے کار سمجھے جانے لگتے ہیں، دشمنوں سے تعاون نہ صرف جائز بلکہ لازمی ومطلوب قرار پاتا ہے، وطن فروشی اور اپنی مقدسات پر کمپرومائز کو اجتہاد کے دائرے میں لا کر آزادی کے ساتھ رد یا قبول کیا جا سکتا ہے۔

جس ملک میں اس طرح کی مغربی جمہوری فضا پائی جاتی ہو، وہاں دشمن کے امن دستے آکر آزادی سے گھومتے ہیں، اور نئی حکومت میں اپنے لوگوں کو داخل کر دیتے ہیں۔ اور جمہوری اسلام ان سب کو بصد احترام خوش آمدید کہتا ہے۔ اور اپنے ان دشمنوں کو جگہ دینے کے لئے نصوص، سیرت اور تاریخ اسلامی تک کے بخیے ادھیڑنے پر تیار ہو جاتا ہے جبکہ داخلی سیاست، معیشت، ثقافت، تعلیم یہاں تک کہ مذہب میں بھی مداخلت بڑھتی جا رہی ہے۔

اسلام کا سیاسی ورژن حقیقی دشمنوں کی جگہ ان کے متبادل دشمن کھڑے کر دیتا ہے تاکہ لوگوں کی تمام تر توجہ ان کی طرف مبذول ہو جائے اور وہ قوم کے

غیض وغضب کا مستحق قرار پائیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مسلمانوں کی قوت ضائع ہوتی ہے، دوستی اور دشمنی کے معیار بدل جاتے ہیں، اپنا بھائی دشمن قرار پاتا ہے اور دشمن بہترین دوست۔ اس طرح حقیقی دشمنوں کو تباہی و بربادی پھیلانے کی کھلی چھوٹ مل جاتی ہے۔

سیاسی بدحالی کے ساتھ ساتھ معاشی بدحالی بھی عام ہوتی جاتی ہے، لوگ مالِ حرام کی طرف لپکنے لگتے ہیں، طاقتور حکمرانوں کی خاطر کمزوروں کے حقوق پامال کیے جاتے ہیں، اور ملک ایسے غیر ملکی قرضوں کی دلدل میں دھنستا جاتا ہے جن کا بوجھ غریب قوم اور آنے والی نسلوں کے کندھوں پر رہے گا۔

بعض مذہبی سیاسی جماعتیں اسلامی مسالک کو میدانِ جنگ وجدل بنانے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں، آپس میں اختلافات کو ہوا دی جاتی ہے اور زبانی جھگڑوں سے ہوتے ہوتے بات مسلح تصادم تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ دشمن کی سازشوں کو کامیاب بنانے میں اپنا پورا کردار ادا کرتی ہیں۔ دشمن تو یہی چاہتا ہے کہ بلادِ اسلامیہ جماعت، مذہب، رنگ و نسل اور زبان کی بنیاپر چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں بٹ جائیں اس طرح اس کا کام آسان ہو جائے۔

اگر خاکم بدہن یہ مسائل بلادِ عربیہ سے افغانستان میں بھی در آئے تو ان کی ہولناکی اور بھی بڑھ جائے گی۔ اس لئے کہ امریکی شکست اور معاشی بدحالی کے بعد افغانستان کے سیاسی جغرافیے کو پہلے سے کہیں زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ یہ صورت حال براہِ راست اثر انداز ہونے کی بجائے انسانی عوامل کو اہمیت دلاتی ہے۔ ایسے چند اہم عوامل حسبِ ذیل ہیں: ۱: مضبوط قیادت، ۲: متحد قوم، ۳: ایسا نظام حکومت جو قابلِ قبول ہو۔

جہاں تک قیادت اور نظامِ حکومت کی بات ہے تو افغان قوم کے حوالے سے ان میں کوئی مسئلہ نہیں۔ اس لئے کہ ۱۹۹۴ء سے اب تک کے تجربات یہ بتاتے ہیں کہ تحریکِ طالبان اور اسلامی نظام ہی قوم کے نزدیک آئندہ کے لئے نقطہ آغاز ہیں۔ قابضین کے خلاف ہونے والی موجودہ جدوجہد کی روشنی میں یہ بات بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہے، وہ اس طرح کہ طالبان کو ملنے والی قومی مدد نے انہیں خارجی مدد سے مستغنی کیے رکھا ہے۔ وہ خارجی مدد جو کبھی حاصل ہوا کرتی تھی اور اب اس لئے حاصل نہیں ہے کہ اب جہادِ افغانستان ایک ایسے حصار میں ہے جس میں غیر مسلموں سے بڑھ کر مسلمانوں کا تعاون شامل ہے۔ مدد تو درکنار لوگوں نے مجاہدین کے لئے دعا تک چھوڑ دی ہے کہ کہیں اسرائیل، امریکا اور نیٹو ان سے ناراض نہ ہو جائیں۔ یہ وہ تین پہلو ہیں جو خطرناک عربی بہار کی کوکھ سے جنم لے رہے ہیں۔

افغانستان کے سخت ترین جہادی حالات میں تحریک طالبان نے بدی کے تاریخی اتحاد کو نہ صرف فوجی محاذ پر شکست سے دوچار کیا ہے بلکہ دشمن نے جہاد کو خانہ جنگی بنانے کی جتنی کوششیں کیں ان پر بھی پانی پھیر دیا ہے۔ باوجودیکہ دشمن نے فوجی محاذ اور خانہ جنگی پھیلانے کے محاذ پر یکساں محنت کی۔ یہاں یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے کہ افغان قوم کا اتحاد آزادی کے بعد اس سے بھی زیادہ اہم ہوگا جتنا اس وقت دشمن سے لڑائی کے دوران اہم ہے۔

افغانستان کے منفرد جغرافیائی حالات، امریکہ کے خلاف واضح عسکری فتح، اور امریکی زوال کے بعد قائم ہونے والے عالمی نظام میں اس کا بڑی طاقتوں کا پڑوس ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہوگا۔ آئندہ ہونے والے حادثات وواقعات پر یہ بہت زیادہ اثر انداز ہوگا۔ اور انشاء اللہ عالمِ اسلام کی مغربی جمہوریت کے وار سے دم توڑتی روح کو تازہ دم کرنے اور ماضی کی قوت وطاقت کو بحال کرنے میں اپنا کردار ادا کرے گا۔ افغانستان کو چاہیئے کہ عرب کے ان برے تجربات کو یہاں نہ آنے دے تاکہ اپنے کردار کی تاثیر برقرار رکھ سکے۔

افغانستان کا چین، روس، ایران اور ہندوستان کی بری حدود پر ہونا اس کی جغرافیائی حیثیت بڑھانے کا سبب ہے۔ اس کی سرحد ایران سے مکمل طور پر ملی ہوئی ہے، ساتھ ہی برصغیر اور وسطی ایشیائی ممالک کے مسلمان مل کر ایک عظیم اسلامی بلاک تشکیل دے سکتے ہیں۔ پس افغانستان امریکی زوال کے بعد اس اسلامی بلاک کی قیادت کر کے پوری انسانیت کی قیادت کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔

اگر افغانستان نے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا تو پانی کے ایک قطرے کی طرح اپنے اردگرد کی عظیم قوتوں میں کمزور پڑ جائے گا۔ اور یہ افغان قوم اور اس کی اسلامی قیادت کے سامنے سب سے بنیادی چیلنج ہے۔

سید شریف

جنگی مجرموں کا پشت پناہ کون؟

افغانستان میں مختلف طبقات اور تنظیمیں جنگی مجرموں کو سزا دینے کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ حتی کہ اب وہ لوگ بھی یہ مطالبہ کرتے دکھائی دیتے ہیں، جو کسی وقت خود جنگی مجرم تھے اور عوام کی جان، مال اور عزت سے کھیلتے تھے۔ افغانستان میں کٹھ پتلی حکومت کے نائب صدر جنرل دوستم جیسے بڑے جنگی مجرم بھی تقریباً گزشتہ چالیس سال سے عوام کی جان و مال سے کھیل رہے ہیں۔ سوویت یونین کی یلغار کے دوران بھی انہوں نے کرائے کے اہل کار کا کردار ادا کیا۔ وہ عوام کا خون بہاتے رہے۔ بعدازاں خانہ جنگی کے دوران بھی عوام پر ظلم کے پہاڑ توڑ جاتے رہے۔

امریکی جارحیت کے دوران جنرل دوستم اور جنرل عبدالرازق جیسے جنگی مجرموں نے کرائے پر ہزاروں افراد کو خون میں نہلا دیا۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں تک کو معاف نہیں کیا۔ نہتے شہریوں کے گھروں کو جلایا گیا۔ مال مویشی اور گھروں سے قیمتی سامان لوٹ لیا گیا۔ ہزاروں افراد حراست میں لے لیے گئے۔ ان پر بہیمانہ تشدد کیا گیا۔ وہ سال ہا سال سے تاریک جیلوں میں مقدمہ چلائے بغیر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل تشدد کے خلاف اقوام متحدہ کی کمیٹی نے رپورٹ شائع کی کہ ایسے شواہد ملے ہیں کہ قندھار کے پولیس سربراہ جنرل عبدالرزاق کے نجی جیل ہیں۔ وہ براہ راست قیدیوں پر تشدد میں ملوث ہے۔ رپورٹ کے مطابق جنرل عبدالرازق کی سربراہی میں پولیس نے لوگوں کو اغوا کر کے عدالتی کارروائی کے بغیر ان کو قتل کیا ہے۔ بعدازاں ان کی لاشیں برآمد ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ عبدالرازق کے مسلح اہل کار قیدیوں کو بجلی کے جھٹکے دیتے ہیں۔ شرم گاہ پر ڈنڈوں سے ضربیں لگائی جاتی ہیں۔ پمپ کے ذریعے شرم گاہ میں زبردستی پانی داخل کیا جاتا ہے۔ ماورائے عدالت پھانسی دی جاتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کون جنگی مجرموں کے مقدمات کی سماعت کرے گا۔ انہیں انصاف کے کٹہرے میں کون کھڑا کرے گا؟ کچھ لوگ شعوری اور غیر شعوری طور پر حملہ آوروں سے جنگی مجرموں کو سزا دینے کی توقع رکھتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ ان مجرموں کو کس نے افغان قوم پر مسلط کر رکھا ہے؟ انہیں اسلحے سے کس نے لیس کیا ہے؟ بات بہت واضح ہے۔ امارت اسلامیہ نے افغان عوام کے اجرتی قاتلوں کو ملک سے بھگایا۔ امریکا نے افغانستان پر یلغار کے وقت انہیں دوبارہ افغان قوم پر مسلط کر دیا۔ قوم ان نااہل، لٹیروں اور قاتلوں سے تنگ آ چکی ہے۔ ان حالات میں جارحیت پسندوں سے جنگی مجرمین کو سزا دینے کا مطالبہ کرنا یا توقع رکھنا غیر ضروری اور بے جا ہے۔ جنگی مجرموں کو عدالت کے کٹہرے میں حاضر کرنا اور سنگین جرائم کی سزا دینا صرف امارت اسلامیہ کے مجاہدین کا کام ہے۔ مجاہدین نے قابض قوتوں اور ان کی سرپرستی میں مسلط اور جنگی جرائم میں ملوث حکمرانوں سے قوم کو نجات دلانے کے لیے جدوجہد شروع کی ہے۔ اسلامی نظام کے نفاذ تک یہ جدوجہد جاری رہے گی۔ شرعی عدالتیں قائم کرنے سے ہی مجرم کو حقیقی سزا مل سکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کو ہر لحاظ سے مضبوط کیا جائے۔ ان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا جائے۔ وہ قوم کو تحفظ فراہم کریں گے۔

عبدالرحیم ثاقب

مذاکراتی عمل تیز کیا جائے

آٹھ ماہ قبل قطر کے دارالحکومت دوحا میں امارت اسلامیہ اور امریکی عہدے داروں کے درمیان افغانستان میں قیام امن کے لیے باقاعدہ بات چیت کا آغاز ہوا۔ یہ ملاقات پہلی مرتبہ گزشتہ سال جولائی میں امریکا کے امور خارجہ کی مشیر ایلس ویلز اور قطر میں امارت اسلامیہ کے دفتر کے ارکان کے درمیان ہوئی تھی۔ جس کے بعد امریکا کی وزارت خارجہ نے مذاکراتی عمل کو آگے بڑھانے کے لیے زلمے خلیل زاد کو اپنا خصوصی نمائندہ منتخب کیا۔ انہوں نے اب تک کئی ممالک کے دورے کیے اور طالبان رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات کے متعدد اجلاسوں میں شرکت کی ہے۔ اس کے علاوہ زلمے خلیل زاد کی طرف سے افغانستان اور ہمسایہ ممالک کے کئی دورے بھی مذاکرات کو نتیجہ خیز بنانے کے مشن میں شامل رہے۔

طالبان اور زلمے خلیل زاد کی نمائندگی میں شروع ہونے والے مذاکراتی عمل سے کو افغانستان اور پوری دنیا میں امن کے لیے ایک اہم موقع اور امید قرار دیا جارہا ہے۔ ممکن ہے اس مذاکراتی عمل کے نتیجے میں افغانستان میں جنگ کی آگ بجھ جائے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مذاکراتی عمل کے دوران افغان عوام کی توقعات کے برخلاف امریکی حملوں اور بمباریوں کا ایک نیا اور ظالمانہ سلسلہ شروع ہوا ہے۔ اگر یہ اسی طرح جاری رہا تو مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کی ایک اہم وجہ ہوسکتی ہے۔ مذاکراتی عمل میں افغان عوام کی بے اعتمادی درحقیقت اس پورے عمل کے لیے مشکلات کا سبب بن سکتی ہے۔ اگر ان مسائل اور مشکلات کا شروع ہی میں حل نہ نکالا گیا تو یہ اس پورے عمل کی ناکامی کا سبب بنیں گی۔ مذاکراتی عمل میں شریک دونوں فریق ایک معقول ڈپلومیسی کے تحت امن کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ افغانستان میں موسم سرما ختم ہوکر موسمِ بہار شروع ہوچکا ہے۔ جس کے بعد شاید دونوں جانب سے عسکری میدان میں مقابلہ انتائی شدت اختیار کر جائے، جس کی آگ مذاکرات کے سارے عمل کو بھسم کر کے رکھ دے۔ فریقین کو چاہیے افغانستان کے حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مذاکرات کے عمل کو تیز کر کے جلد از جلد کسی نتیجے پر پہنچا جائے۔

امریکا کی جانب سے نہتے شہریوں پر وحشیانہ بمباریوں کا جو سلسلہ شروع ہے، شاید اس سے امریکا کا ہدف امارت اسلامیہ پر دباؤ ڈال کر اس سے اپنے ناجائز مطالبات منوانے کی کوشش ہے۔ امریکا یہ بات اچھی طرح جان لے کہ جس طرح 18 سال سے طالبان امریکا کے کسی فوجی اور سیاسی دباؤ میں نہیں آئے، وہ اب بھی مذاکراتی عمل میں نہتے شہریوں کو نشانہ بنا کر طالبان پر دباؤ ڈالنے کے خواب دیکھنا چھوڑ دے۔ مذاکرات کا یہ عمل اس وقت نتیجہ خیز ثابت ہوسکتا ہے، جب فریقین ایک دوسرے کے سامنے حقائق کا اعتراف کرتے ہوئے ایک دوسرے کے جائز مطالبات تسلیم کریں۔ یہی مذاکراتی عمل کی کامیابی کا ایک ذریعہ ہے۔ اس پر عمل کر کے دونوں فریق بہت جلد ایک مناسب نتیجے پر پہنچ سکیں گے۔

عبدالرحیم رحیمی

جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

بادغیس افغانستان کا شمال مغربی صوبہ ہے۔ یہ دریائے مرغاب اور دریائے ہریرود کے درمیان واقع ہے۔ بادغیس کی وجہ تسمیہ ہے کہ اس علاقے میں ہوائیں بہت زیادہ اور تیز چلتی ہیں۔اسی لیے فارسی زبان میں اس کا نام 'باد خیز'پڑااور بعد میں باد خیز بگڑ کر 'بادغیس'بن گیا۔ بادغیس افغانستان کا سرحدی صوبہ ہے۔اس کی سرحدیں شمال میں ترکمانستان، مشرق میں فاریاب، مغرب میں ہرات، جب کہ جنوب میں صوبہ غور سے ملتی ہیں۔اس کا رقبہ 20591 مربع کلومیٹر ہے اس میں کل 6اضلاع ہیں۔ پانی کی کمیابی کی وجہ سے یہاں کی آبادی کافی کم ہے۔ یہاں مختلف قبائل کے لوگ آباد ہیں۔ جن میں 56 فیصد تاجک، 40 فیصد پشتون اور 4 فیصد ازبک، ترکمن اور بلوچ قبائل ہیں۔ اس صوبے کاایک اہم ضلع بالا مرغاب حال ہی میں مجاہدین کے تباہ کن حملوں کی زد میں رہاہے۔ یہ ضلع بہت اہم اسٹریٹیجک پوزیشن پر واقع ہے۔ کیوں کہ اس کی سرحدیں ترکمانستان سے ملتی ہیں۔ گزشتہ کئی ماہ سے یہ ضلع مجاہدین اور کٹھ پتلی فورسز کے درمیان میدان جنگ بنارہاہے۔ جس میں بالآخر طالبان کو کامیابی ملی اورانہوں نے ضلع کا کنٹرول حاصل کرلیا۔ دشمن کے سیکڑوں اہل کار دم دبا کر ترکمانستان فرار ہوگئے۔ جب کہ سیکڑوں اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

طالبان نے اپریل کے اواخر میں ایک ویڈیو جاری کی۔اس میں دشمن کے گرفتار 128 اہل کاروں میں رقم تقسیم کی جارہی ہے۔ ویڈیو میں بتایا گیاکہ یہ تمام اہل کار ضلع بالامرغاب میں گرفتار ہوئے۔ اب امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کی سفارش پر انہیں معاف کرکے کرایہ دے کر گھر رخصت کیا جارہا ہے۔ میڈیا میں اس ویڈیو کو لاکھوں لوگوں نے دیکھا۔ طالبان کے اس اسلامی اورانسان دوست اقدام کا خیر مقدم کرتے ہوئے نیک خواہشات کا اظہار کیاگیا۔ طالبان کا اپنے دشمن کے ساتھ اس قسم کے حسن سلوک کانمونہ جنگوں میں بہت کم ملتاہے۔ پوری دنیامیں انسانی حقوق کانعرہ لگانے والاامریکا کے انسانیت کے ساتھ قول وفعل کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں گوانتاناموں، ابوغریب اور بگرام میں قیدیوں کی چیخیں سنائی دیتی ہیں۔ قیدیوں کے ساتھ ایسے سلوک سے انسانیت بھی شرماجاتی ہے۔اس کے باوجود طالبان کی رحم دلی اور معتدل رویے میں کوئی کمی نہیں آئی۔ طالبان کی رحم دلی کی ایک نہیں، سیکڑوں مثالیں ہیں۔ طالبان قید دشمن پر کسی قسم کا تشدد کرتے ہیں نہ انہیں قتل کرتے ہیں۔ انہیں اپنے رہنماؤں کے حکم کے مطابق باعزت طریقے سے کرایہ اور سفری خرچ مہیا کرکے گھر بھیج دیا جاتاہے۔ حالانکہ طالبان خود سخت اقتصادی مشکلات کا شکار ہیں۔

اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو پتا چلے گا جتنی بڑی حکومتیں گزری ہیں، ان کا اپنے جنگی قیدیوں کے ساتھ سلوک وحشیانہ اور دل دہلا دینے والا تھا۔ امریکا اور یورپ کا جنگی قیدیوں کے ساتھ سلوک دیکھتے ہوئے کوئی منصف انسان یہ تسلیم نہیں کرے گا کہ امریکا اور یورپ کے پاس انسانیت کے احترام کے الفاظ موجود

ہیں۔ دوسری طرف طالبان اسلام کے احکامات کی مکمل پابندی کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے اسلام نے جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک اور رحم دلی کا حکم دیا ہے۔ جنگ بدر میں قریش کے 72 افراد مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی بنے تو مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا۔ ان کے ساتھ معزز مہمانوں جیسا سلوک کیا۔ جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ صحابہ نے اپنے خاندان والوں سے زیادہ ان قیدیوں کی خاطر مدارت کی۔ ان قیدیوں میں صرف دو افراد عقبہ بن محیط اور نضر بن حارث کے جرم ناقابل معافی تھے، لہذا ان دونوں کو قتل کیا گیا۔ باقی تمام افراد کو جزیہ لے کر رہا کر دیا گیا۔ جنگ بدر کے بعد غزوہ بن مصطلق میں بھی دشمن کے سو سے زیادہ افراد قیدی بنے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو بلا کسی شرط اور جزیے کے رہا کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح غزوہ حنین میں کفار کے چھ ہزار سے زیادہ مرد و خواتین قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگے، انہیں بھی رہا کیا گیا۔ حتی کہ بعض قیدیوں کا معاوضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ادا کیا۔ بعض قیدیوں کو تحائف بھی دئے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نتیجہ یہ نکلا کہ خلفائے راشدین کے دور میں جب شام، ایرن، خراسان فتح ہوئے تو یہاں کے کسی شہر میں دشمن کے کسی بھی فرد کو غلام بنانے کا ذکر ملتا ہے نہ ہی اپنے مخالف سے جنگ کے نقصانات کا بدلہ طلب کیا گیا۔ شریعت کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ اسلام کا جنگی قانون دنیا میں امن اور عافیت کا ضامن ہے۔ اسلام کا ظہور ہی اس لیے ہے کہ مظلوم انسانوں کو ظالموں کے چنگل سے نجات ملے۔ جو لوگ غیروں کے غلام اور ایجنٹ نہیں، وہ طالبان کے اس اقدام کو سراہتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ان کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہیں۔ اس اقدام سے عوام میں طالبان کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا۔ دوسری جانب اس سے بین الاقوامی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کی ایک اچھی تصویر دنیا کے سامنے آتی ہے۔ طالبان کو اپنے اُمراء کی طرف سے حکم ہے کہ جنگ کے میدان میں اپنے ذاتی جذبات کو قابو میں رکھا جائے۔ قتل ہونے والے افراد کی لاشوں کی بے حرمتی نہیں ہونی چاہیے۔ باغات اور فصلوں کی حفاظت کا مکمل خیال رکھا جائے۔ دشمن کی طرف سے جنگ میں شریک نہ ہونے والے بچوں، خواتین اور بزرگوں کو قتل نہ کیا جائے۔

امراء اس طرف بھرپور توجہ کیے ہوئے ہیں۔ وقتاً فوقتاً اپنے مجاہدین کو سختی سے ہدایات کی جاتی ہیں کہ حقوق العباد کا مکمل خیال رکھا جائے۔ انفرادی طور پر کوئی فیصلہ نہ کیا جائے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کابل انتظامیہ کی جیلوں میں ہمارے ہزاروں قیدی پڑے ہوئے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھے ہوئے ہیں۔ ہم کیوں دشمن قیدیوں پر اتنے مہربان ہیں؟ ان کے ساتھ اتنے حسن سلوک سے کام لینے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کا یہ شکوہ بے جا ہے۔ کیوں کہ اس میں شک نہیں کہ امریکا ایک ظالم اور وحشی قوت کے طور پر پوری دنیا میں ایسی حرکتوں کی وجہ سے بدنام ہے۔ دنیا کا کوئی مذہبی یا انسانی قانون انہیں اس قسم کے رویوں کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی طرح ان کے کاسہ لیس کابل انتظامیہ بھی کسی آسمانی یا انسانی قانون کی قائل نہیں ہے۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا رویہ ہمارے مجاہدین کے ساتھ ظالمانہ ہے، لیکن ظلم کے بدلے میں ظلم ہمارا شیوہ نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ اور شریعت اسلامی کے پابند ہیں۔ شریعت ہمیں جو راستہ دکھائے گی، اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی اور سرخروئی ہے۔

شہید زوی

ہلمند کی بہنیں

ہلمند کی غیور بہنوں کی بزدل دشمن کے ہاتھوں گرفتاری نے پورے ملک کو ہلا ڈالا تھا۔ ہر ذمہ دار انتقام کی آگ میں بھڑک رہا ہے۔ جن خواتین کو کبھی کسی غیر کی نظر تک نہیں چھو سکی، ان کے ہاتھ میں صلیب کے غلاموں نے ہتھکڑیاں ڈالی ہوں گی تو اللہ ہی جانتا ہے بہنوں کے دل پر کیا گزری ہو گی؟ جو لوگ خود کو جہادی کہتے یا خود کو علما کا حصہ سمجھتے ہیں، مگر وہ کٹھ پتلی انتظامیہ کا حصہ ہیں اور اس انتظامیہ کو قانونی سمجھتے ہیں۔ اس کی پالیسی اور اقدامات کی حمایت کرتے ہیں۔ ان کے لیے یہ سوال ہے کہ کیا آپ کی مسلمانی اور دینی علوم سے نسبت اب بھی آپ کو اجازت دیتی ہے کہ ایسی انتظامیہ کا حصہ بنے رہیں اور اس کی حمایت اور تائید کریں، جس کے مسلح درندے بہنوں کی حرمت پامال کرتے ہیں۔

یہ واقعہ انتہائی اذیت ناک ہے۔ پورے ملک میں اس کے خلاف بغاوت پیدا ہونی چاہیے۔ جارحیت پسند دشمن شکست کھا چکا ہے۔ یہ اپنا حوصلہ ہار چکا ہے۔ اس میں مزید یہاں رہنے کی سکت نہیں ہے۔ عوامی بغاوت انہیں ویت نام سے بھی زیادہ تیز اور شرمناک شکست سے دوچار کر سکتی ہے۔ افغانستان ان کے ناپاک قدموں سے ہمیشہ کے لیے پاک ہو جاتا۔ افسوس کہ عوامی سطح پر افغانستان میں ایسے رہنما اور ذرائع ابلاغ دستیاب نہیں ہیں، جو عوام کو بیدار کرتے اور بغاوت پر آمادہ کرتے۔ البتہ اب بھی امید کی ایک کرن باقی ہے۔ ہزاروں نوجوان امریکا اور اس کے غلاموں کے خلاف بہادری سے جہادی محاذ گرم رکھے ہوئے ہیں۔ وہ نوجوان یہ مقدس جنگ اپنے خون اور سروں کی قیمت پر جاری رکھے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے دین، اپنی مٹی، اپنی قوم اور اپنے ناموس کے دفاع کے لیے قربانی دے رہے ہیں۔ ان مجاہدین نے دشمن کو کا اتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے کہ وہ اب شکست کے دھانے پر پہنچ چکا ہے۔

بہنوں کی گرفتاری کے چند روز بعد بگرام میں امریکی وحشی فوج پر کامیاب حملہ ہوا۔ جس میں دس سے زیادہ فوجی ہلاک ہوگئے۔ جب کہ امریکا نے 3 فوجیوں کی ہلاکت تسلیم کی۔ جب یہ جہاد جاری ہے اور اس کی برکت سے دشمن پر بھاری حملے ہو رہے ہیں تو یہ خوشی کا مقام ہے۔ یہ انتہائی امید افزا صورت حال ہے۔ اگر دشمن کی طرف سے ظلم جاری رہے اور مقابلے میں جہاد موجود نہ ہو تو یہ انتہائی حسرت، افسوس اور مایوسی کی صورت حال ہوتی۔ جب کہ یہ واضح ہے کہ جہاد جاری ہے خدا کے دشمن شکست کھا رہے ہیں۔

فلسطین میں ہزاروں بہنیں جیلوں میں قید ہیں۔ برما میں وحشی بودھسٹوں کی جانب سے ہزاروں بہنیں اٹھائی گئیں۔ انہیں بے عفت کیا گیا۔ وہ بے دردی سے قتل کر دی گئیں۔ وسطی افریقا اور کیمرون میں وحشی عیسائیوں ہماری بہنوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے۔ ان سب خواتین کی حالت زار پر پوری دنیا کے مسلمان اذیت کا شکار ہیں۔ البتہ وہاں اور یہاں فرق یہ ہے کہ یہاں صرف غم اور درد کی مایوسیاں نہیں، بلکہ یہاں جہاد کی آگ جل رہی ہے، جو دشمن کو جلا رہی ہے۔ اسلام کا دشمن دنیا میں جہاد کی آگ میں جلے گا اور قیامت کو جہنم کی آگ میں خاکستر ہوگا۔ مجاہدین نے افغانستان میں امریکا سے انتقام لیا ہے۔ اس کے مظالم کا راستہ روکا ہے۔ یہ شکر کا موقع اور امید کی کرن ہے۔ امارت اسلامیہ نے دشمن کے خلاف 'الفتح آپریشن' کا اعلان کیا ہے یہ سال دشمن کے خلاف یقینی اور مکمل فتح کا سال ہوگا۔ ایک ایسی فتح، جس کے ساتھ پوری دنیا میں مسلمان دشمن کے مظالم اور وحشتوں سے نجات پا لیں گے۔

فرہاد اتل

ہم کب انخلا کر رہے ہیں؟

4اپریل کوامریکی پارلیمنٹ کی ایک کمیٹی کوامریکی فوج کے ایک جنرل نے افغان جنگ کے بارے میں بریفنگ دیتے ہوئے کہاکہ 'ہم افغانستان میں امن نہیں لاسکتے۔ ہم طالبان پر عسکری میدان میں فتح بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ طالبان کی تعداد 60 ہزار، جب کہ ہمارے پاس صرف 12 ہزار فوجی ہیں۔ جس کے ذریعے ان کا مقابلہ مشکل ہے۔ ہمیں طالبان کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے نقصانات بہت زیادہ ہیں۔ ہم مزید کامیابی نہیں حاصل کر سکتے۔'

تجزیہ کارامریکی جنرل کے اس انکشاف پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ 'افغانستان میں امریکاہر لحاظ سے شکست کھاچکاہے۔افغانستان سے مکمل طور پر انخلااور اس جنگ کو ختم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔' میڈیا رپورٹس کے مطابق امریکی صدر ٹرمپ افغان جنگ کے خاتمے کے لیے اتنے بے چین مضطرب ہیں کہ وہ وہائٹ ہاؤس آنے والے ہر جنرل سے یہ پوچھتے ہیں کہ 'ہم افغانستان سے کب نکل رہے ہیں؟' معلوم ہوتا ہے امریکی فوج کے علاوہ ان کے صدر اور سیاسی نمائندے بھی اس وحشیانہ جنگ کے خاتمے کے انتظار میں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں جلد از جلد جنگ ختم ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ امریکا کو شکست کا سامنا ہے۔ گزشتہ 6 ماہ کے دوران زلمے خلیل زاد کے دورے اور ملاقاتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ امریکا جنگ سے اکتا چکا ہے۔ وہ ایک ایسی حکمت عملی کے تحت نکلنا چاہتا ہے کہ کوئی اس انخلا کو شکست کا نام نہ دے۔

زلمے خلیل زاد بھی ایک مرتبہ پھر کئی ممالک کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں، تاکہ جنگ کے اختتام کے سلسلے میں اپنے اتحادیوں اور خطے کے دیگر ممالک کو پیغام پہنچاسکیں۔ ان کا موقف بھی سنا جاسکے۔اس سے قبل کابل میں زلمے خلیل زادنے اشرف غنی اوران کی ٹیم سمیت اپوزیشن رہنماؤں سے ملاقات کی تھی۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق جب اشرف غنی اور ان کی ٹیم نے قطر مذاکرات کے بارے میں اختلاف کا اظہار کیا تو زلمے خلیل زاد نے انہیں جھڑکتے ہوئے کہا'اس سے ظاہر ہوتا ہے اس میٹنگ میں وہ لوگ موجود نہیں، جن کے پیارے اس جنگ کی نذر ہو چکے ہیں۔' یہ دراصل اشرف غنی کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔ یہ ان طعنے کے طور پر کہاکہ آپ اسی وجہ سے امن مذاکرات کی مخالفت کر کے جنگ جاری رکھنا چاہتے ہیں کہ اس جنگ میں آپ کے اپنے بچے نہیں مرے۔

مردہ ضمیر اور غلام مزاج اشرف غنی نے ان باتوں کو بالکل سنجیدہ نہیں لیا۔ ان کے پاس افغانستان کے مظلوموں کے آہیں سننے والے کان ہی نہیں ہیں۔ اسی لیے انہیں جنگ میں اپنے اقتدار کی بقا نظر آتی ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں نہ وہ رہیں گے اور نہ ان کی کرسی باقی رہے گی۔ یہ بات حتمی ہے کہ امریکا اس جنگ میں طالبان کے ہاتھوں بری طرح شکست کھا چکا ہے۔ امریکا بھی روس کی طرح ناکام و نامراد واپس لوٹنے والا ہے۔ جب کہ اشرف غنی ببرک کارمل اور ڈاکٹر نجیب اللہ کی طرح عوام کے احتساب کا سامنا کر کے اپنے جرائم کی سزا پائیں گے۔ ان شاءاللہ

میوند سادات

ہمارا آئیڈیل طالبان ہیں

جس طرح حال ہی میں صوبہ ہلمند میں بیرونی اور داخلی افواج کے مشترکہ آپریشن میں خواتین اور بچوں کی شہادت و اسارت اور ان کے گھر جلائے جانے نے لوگوں کے جذبات ابھارے اسی طرح طالبان کی تحریک بھی افغان جنگجوؤں کے ناروا رویوں اور ظالمانہ اقدامات کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ اسلامی امارت کی تحریک جتنا وسیع ہوتا گیا اتنے ہی لوگوں کی عزت و ناموس محفوظ ہوتے گئے۔ طالبان ہی نے ظلم و زیادتی کا قلع قمع کرکے عورتوں کی عزتیں پامال ہونے سے بچائیں۔ مردوں کی سیاہ کاریوں کے عوض میں عورتوں کو دیے جانے کے ناروا رسم ختم کیا۔ مظلوم بہنوں کو وراثت میں ان کا حق شرعی تسلیم کروایا۔ وطن کو تقسیم ہونے سے بچایا۔ انارکی اور انتشار کو مثالی امن میں تبدیل کیا۔ ظلم کی جگہ عدل وانصاف کا نظام قائم کیا۔ علم کی روشنی کے ذریعے جہل کا خاتمہ کیا۔

ملک میں طوائف الملوکی کا خاتمہ کرکے پورے ملک میں ایک مرکزی حکومت کا قیام ممکن بنایا۔ اسلامی نظام کے قیام کی صورت میں مظلوموں، مقہوروں اور شہدا کی دلی تمنائیں پوری کیں۔ فرعون وقت بش اور ٹونی بلئیر کی پالیسیاں ہنسی میں اڑادیے۔ صلیبی افواج کے بی باون طیاروں، کروز میزائیل اور کلسٹر بموں کے آگے سینہ تان کر اپنے وطن اور اسلامی روایات کا تحفظ کیا۔ طالبان ہی نے بے سروسامانی کے عالم میں ایک زبردست سپر پاور کے سامنے حی علی الجہاد کا نعرہ مستانہ بلند کرکے انھیں ناکوں چنے چبوادیے۔ آج وہی سپر پاور جس کے ساتھ مقابلہ کرنے کو پہاڑ کے ساتھ سر ٹکرانے کے مترادف قرار دے رہے تھے مذاکرات کی بھیک مانگ رہا ہے۔ طالبان کو بلیک لسٹ اور دردناک و کرب ناک عقوبت خانوں میں رکھ کر ان پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیے۔ انھیں بیوی بچوں سے دور رکھ بے گھر کیے گئے۔ اسلامی روایات اور تہذیب و ثقافت کے دفاع کے جرم میں جمہوریت کے علم برداروں نے انھیں شہید کرکے ان کے گھروں کو مسمار کردیے۔ پھر دہشت گرد اور شدت پسند جیسے طعنوں کے ساتھ مطعون کرکے ان کے جنازہ اور فاتحہ میں شرکت تک پر پابندی لگادی گئی لیکن طالبان کی استقامت کو صد سلام کہ ان حالات میں بھی اپنے نصب العین کے لیے مضبوطی سے جدوجہد کرتے رہے۔ طالبان کو اپنے ہی ملک کے سیکولر اور بے دین لوگوں نے پنجابی اور پتا نہیں کن کن ناموں سے پکارا۔ اپنی غلامی کو وطن دوستی اور طالبان کے جدوجہد آزادی کو غلامی کہا گیا۔ 50 ممالک کی افواج کو یہاں لاکر مساجد و مدارس اور قبرستانوں کو نشانہ بنایا۔ راتوں رات گھروں پر چھاپے مار کر گھروں سے قیمتی اشیا چوری کرکے لے گئے۔ عورتوں اور بچوں کو شہید کیے گئے۔ جنھیں قیدی بناکر لے گئے ان پر مختلف قسم کے جھوٹے الزامات لگاکر پروپگنڈوں کا بازار گرم کیا۔ کوئی ایسا الزام نہیں جو ان پر لگایا نہیں گیا۔ لیکن اس سب کے باوجود دین و وطن کے دفاع کے لیے کسی طرح سودے بازی کے لیے تیار نہ ہوئے۔ طالبان ہی نے ہمت و شجاعت کے ساتھ ہمارے بنیادی انسانی حقوق کا دفاع کیا۔

طالبان کی وطن دوستی اسلام پرستی اور انسان دوستی ہر قسم کے شک و شبہے سے بالاتر ہے۔ ہر قسم کے فتنہ وفساد سے نجات دلانے کے لیے تمام اہل وطن کی نظریں طالبان ہی کی جانب ہیں۔ وہی ہماری ماؤں اور بہنوں کے قاتلوں کو کٹھرے میں لائیں گے۔ وطن کے طول و عرض میں مائیں بہنیں اور بے کس و سہارا لوگ ان کی فتح مندی کے انتظار میں ہیں۔ ان کے لیے نیک تمنائیں رکھتے ہیں۔ طالبان کی ہمت و شجاعت کو صد سلام۔

محمد جمیل

سوڈان: عمر البشیر کا درست فیصلہ

گیارہ اپریل کو سوڈانی فوج نے اپنے ملک کے صدر جنرل عمر حسن احمد البشیر کے خلاف بغاوت کی اور ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ عمر البشیر کا تعلق البدیرۃ الدھمشیہ قبیلے سے ہے۔ وہ 1944 میں حوش بانقا نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ 1967 میں سوڈان کے فوجی کالج سے فارغ ہوئے۔ 1984 میں ملائیشیا سے عسکری علوم میں ماسٹر کیا۔ انہوں نے 30 جون 1989 کو اس وقت کے صدر اور کابینہ کے سربراہ صادق مہدی کے خلاف بغاوت کی تھی۔ ان کی رہنمائی اخوان المسلمین کے رہنما مرحوم استاد حسن ترابی کے اسلام پسند گروہ کی جانب سے کی جا رہی تھی۔

11 اپریل 2019 کی شام کو سوڈان کے وزیر دفاع عوف بن عوض نے ٹی وی پر قوم کو بتایا کہ اب عمر البشیر کا دور ختم ہو چکا ہے۔ وزیر دفاع نے اپنے اعلان میں کہا کہ دو سال تک ملٹری کونسل کی جانب سے ملک کے انتظامی معاملات سنبھالے جائیں گے۔ آئین معطل ہوگا۔ تین ماہ تک ملک میں ایمرجنسی نافذ رہے گی۔ مقررہ مدت کے بعد نئے آئین کی روشنی میں انتخابات ہوں گے۔ اقتدار ایک جمہوری حکومت کے حوالے کیا جائے گا۔ یاد رہے گزشتہ سال دسمبر سے اقتصادی بحران اور مہنگائی کے خلاف مظاہرے جاری ہیں۔ جس میں بعد ازاں کچھ بیرونی ممالک کے اشارے پر جنرل عمر البشیر سے استعفا کا مطالبہ بھی شامل ہو گیا۔

گزشتہ ماہ الجزائر میں شدید احتجاجوں کے بعد صدر 'بوتفلیقہ' نے اقتدار چھوڑ دیا۔ جس کے نتیجے میں سوڈانی مظاہرین کے بھی حوصلے بلند ہونے لگے۔ مظاہرے وسیع اور سخت ہو گئے۔ فوج کو مجبور ہو کر مداخلت کرنا پڑی اور البشیر کی 30 سالہ حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔ مبصرین کے مطابق یہ سب کچھ البشیر کی مرضی سے ہوا ہے۔ کیوں کہ وہ خود بھی ایک فوجی جنرل تھے۔ گزشتہ تیس سال سے ان کے دور حکومت میں فوج ان کی حامی رہی۔ ایسا لگتا ہے البشیر نے بغاوت کے نام پر اقتدار چھوڑنے کا ڈرامہ اس لیے کیا کہ 2011 کے بعد عرب دنیا، خصوصا لیبیا اور شام کے حالات ان کے سامنے تھے۔ ان ممالک کے سربراہان نے مظاہرین کے خلاف طاقت کا استعمال کیا، جس کا نتیجہ ملک میں خانہ جنگی، تباہی، لاکھوں انسانوں کے قتل عام اور خطے میں امریکا، روس اور دیگر ممالک کی کھلی فوجی مداخلت کی صورت میں سامنے آیا۔

جنرل عمر البشیر جانتے تھے کہ ان مظاہرین کے پیچھے امریکا ہے۔ امریکا کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ خصوصاً ان ممالک میں حکومت کے خلاف عوام کو اٹھایا جائے، جو امریکا اور صلیبی دنیا کے مفادات کے لیے خطرہ واقع ہو سکتے ہیں۔ اسی ذریعے سے انہیں تقسیم کیا جائے۔ جس طرح صدام حسین، معمر القذافی اور محمد مرسی نے امریکی احکام نہیں مانا تو کسی کو مصنوعی انقلاب کے ذریعے اقتدار سے ہٹایا، کسی کے خلاف عوام کو اٹھایا اور پھر براہ راست مداخلت کی اور ان حکومتوں کو گرا دیا۔ ان ممالک کو اپنا محتاج بنا دیا۔ یہی کھیل سوڈان میں کھیلا جانا تھا، مگر عمر البشیر نے دانائی سے کام لیا۔ نظام کو بھی تباہی سے بچایا اور عوام کو بھی برباد ہونے سے بچایا۔

عمر البشیر نے اپنی ذمہ داری پوری کر لی ہے۔ اب سوڈانی عوام کو چاہیے لیبیا اور شام کے انجام کو دیکھتے ہوئے غیروں کے ہاتھ اپنے ملک کا سودا نہ کریں۔ سوڈان کے موجودہ جنرلز میں سر فہرست عمر البشیر کے حامی جنرلز شامل ہیں۔ امید ہے مغربی دنیا کے خلاف عمر البشیر ہی کی سیاست سے کام لیں گے۔ وہ اپنے ملک اور عوام کی حریت اور ان کے مفادات کا تحفظ کریں گے۔

بہیر حق پال

اے راہِ حق کے مجاہد

جب بھی حق کی آواز کہیں سے اٹھتی ہے تو مقابلے میں باطل قوتیں اس آواز کو دبانے کے لیے ہر جگہ میدان میں کود پڑی ہیں۔

جب بھی انسانیت کے تحفظ کی کوئی تحریک اٹھی ہے، اس کے خلاف الزامات لگانے اور بہتان لگانے والوں کی ایک لائن لگ جاتی ہے۔

یہ متضاد قوتیں ہر وقت موجود رہتی ہیں۔ لیکن ان سے منسلک دونوں گروہ بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ جو گروہ حق کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ ان متضاد قوتوں کے فکر کو برداشت کریں، ان کے سامنے نہ جھکیں، اور ان کو شکست دینے کی سوچ میں اپنے ہدف سے پیچھے نہ ہٹے، اپنے ہدف تک پہنچنے کی مسلسل اور مستقل کوشش ہی ان باطل قوتوں کی شکست ہے۔

میرے داعی بھائی:

حق کے مقابلے میں باطل کا معرکہ ہر وقت برپا رہتا ہے، زمانہ تبدیل ہوتا ہے، جغرافیائی حدود مختلف ہو سکتی ہیں یا اس میں ملوث افراد کے نام تبدیل ہو سکتے ہیں لیکن ان کا مقرر کردہ کردار کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

حق و باطل کی کشمکش کے دوران کئی گروہ وجود میں آتے ہیں جن میں ہر گروہ کا کردار ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔:

1. پہلی قسم آپ جیسے داعیوں کی ہے جو لوگوں کا راہِ حق کی طرف دعوت دیتی ہے۔

2. دوسری قسم میں وہ گروہ آتا ہے جو راہِ حق کے داعیوں کی آواز کو دسرے لوگوں تک پہنچانے میں اہم کردار ادا رکرتے ہیں۔

3. تیسرا گروہ وہ ہے جو اخلاص کے خلاف اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ وہ داعی کی بات سنتے ہیں لیکن اس پر غور فکر نہیں کرتے، ان میں سے کچھ غور فکر کرتے ہیں لیکن ان میں دانائی اور شعور کی کمی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ذہنی طور پر کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں اور حق سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

4. چوتھا گروہ ان لوگوں کا ہے جو سرکشی کی آخری حد تک جا چکے ہیں اور حق کی قوتوں کے ساتھ ایسی دشمنی مول لی ہے کہ اب وہ اپنے مفاد، عادت اور منصب کو بچانے کی خاطر انتہائی متعصب کردار کے مالک بن چکے ہیں اور ان کے موقف میں راہِ حق سے مخالفت میں آئے دن شدت آتی رہتی ہے۔

5. پانچواں گروہ ان بے بس عوام کا ہے جو سماج کے اونچے طبقے کے افراد کے ہاتھوں یرغمال ہے۔ وہ کوئی بھی فیصلہ اور اقدام نہیں کر سکتے، یہاں تک کہ ان کی فکر بھی اس طبقے کے افراد کے فکر کی غلام ہوتی ہے وہ جس چیز یا عمل کو وہ طبقہ اچھا سمجھے تو یہ بے بس عوام بھی اسے اچھا سمجھتی ہے اور جسے برا سمجھے تو یہ بھی برا سمجھتے ہیں۔

میرے داعی بھائی! مذکورہ پانچ گروہوں میں سے سب کے سامنے بیدار مغزی سے کام لینا چاہیے لیکن آپ کی تمام تر توجہ چوتھے گروہ پر ہونی چاہیے۔ کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ سوشل میڈیا پر ایک معمولی تحریر سے وہ لوگ اتنے متاثر ہوتے ہیں کہ وہ پھر خود مختارانہ فیصلہ نہیں کر پاتے۔ کچھ سادہ لوح لوگ بظاہر میٹھی لیکن دراصل زہریلی تحریر سے دھوکہ کھا کر اپنے سچے

موقف سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ وہ باطل قوت کے لیے ایسا پروپیگنڈہ کرتے ہیں جیسے وہ پیدا ہی اسی مقصد کے لیے ہوئے ہیں۔

یہی آپ کے دشمن کا ہدف ہے کہ لوگوں کے ذہن میں آپ کی مخالفت ڈال کر اسے آپ کے خلاف ہی استعمال کریں۔

جی ہاں! میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ کو قتل کرنے سے ان کا کلیجہ اتنا ٹھنڈا نہیں ہوتا جتنا ان کا آپ کے خلاف ذہن سازی سے کلیجہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔

میرے عالم دین بھائی!

آپ ہمارے سماج کے سچے مربی ہیں۔ایک بات غور سے سنیں، کہ اگر دعوت کی راہ میں آپ کو مشکلات پیش نہیں آئیں، اگر آپ کی رہنمائی کے دوران آپ کو راستہ سے ہٹانے کی قوتیں سر گرم نہیں ہیں، اگر ہدف تک پہنچنے کے لیے کانٹوں بھرے راستہ عبور نہیں کیا ہو، اگر مسلک کی راہ میں باغیوں سے الجھنے کا موقع نہیں آیا ہو، اگر حق گوئی کے اس سنگین " جرم " کی پاداش میں آپ کے قتل کے منصوبے نہ بنے ہوں تو سمجھ لو کہ آپ کا منتخب کردہ راستہ غلط ہے، فارسی کا ایک مقولہ ہے "کہ این راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است "۔ کیونکہ آپ کا اصل رہنما سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے سب سے بڑی داعی تھے۔انہوں نے اس راہ میں بے پناہ مشکلات کا سامنا کیا۔ آپ بھی مشکلات کو خندہ پیشانی سے سینے سے لگایئے بلکہ اسے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھتے ہوئے خود کو حوصلہ دو اور اپنے مشن کے تھکا دینے والے لمحات میں مہارت سے ان کے نبرد آزما ہونے کی سعی کرو۔

مولوی صاحب! آپ کا دشمن بہت مکار ہے، اپنے گھناونے افعال بھی بڑی مہارت سے آپ کے کھاتے میں ڈال لیتا ہے۔آپ کو راہ سے ہٹانے کے لیے بے پناہ پروپیگنڈہ کرتا ہے۔آپ کی نسل کشی کے درپے ہیں، جو لوگ میڈیکل اور انجینئرنگ کے شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی آپ کے موقف کو جھٹلانے کے لیے ہمہ وقت افتاء اور قضاء کی مہر لیے بیٹھا ہوتا ہے۔

آپ اور آپ کے منبر کو کب قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے؟

سچی بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے آپ کو ہمیشہ نشانہ بنایا، علماء سے اپنی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی پوری توانیاں آپ کے خلاف صرف کرتے ہوئے امریکا کا ساتھ دے کر آپ کو قتل کروایا، جیلوں میں ڈالا اور چادر اور چاردیواری کی بے حرمتی کی۔

لیکن دوسری جانب امن کی بھیک بھی یہ لوگ آپ ہی سے مانگ رہے ہیں آپ اور آپ کے شاگردوں کو موت کے منہ میں پہنچا کر بھی یہ لوگ پیچھے ہٹے نہیں۔دراصل ان لوگوں کے لیے امریکی پالیسیاں اپنے ایمانی عقیدے اور وطن سے محبت سے زیادہ عزیز ہیں اسی وجہ سے ان کی دشمنی کا محور علماء اور دینی علوم کے طلباء ہیں۔

آپ اپنے موقف پر آخری سانس تک ڈٹے رہیں باطل کے مقابلے میں غفلت کا مظاہرہ نہ کریں ان کے تمام منصوبوں کو کھوجتے ہوئے ہر وقت الرٹ اور ہوشیار رہیں۔

دشمن کو یہ موقع ہر گز نہ دو کہ اصطلاحات کی تبدیلی سے آپ کے معنویات کو روند ڈالے، ہوشیار رہو کہ وہ اس راہ سے آپ کے لیے مشکلات کھڑی کر کے آپ کو راستے نہ ہٹائے۔

میرے ہمسفر ساتھیو! باطل کے گھناونے پروپیگنڈے کا جواب الفاظ کی ترتیب سے نہیں بلکہ حق پر عمل کرنے سے دے دو۔ تقوی اختیار کرو، شرعی احکام کو اپنی زندگی کی زینت بناو، اعلاء کلمۃ اللہ کی تبلیغ کرو بس یہی ان کی شکست ہے، اسی سے ان کی فکروں پر پڑے تالے کھل جائیں گے۔ مثبت اور مدلل بحث سے انہیں قائل کرواسے ان کے دل یقیناً حق کی جانب مائل ہوں گے۔

میرے دوستو! الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا پر ان کا رونا فریب، ان کے پوسٹ کردہ تحریریں باطل قوتوں کی جانب سے اسپانسرڈ شدہ ہیں۔ اپنی سادگی اور صداقت کی وجہ سے ان کے جال میں نہ پھنسنا کیونکہ دشمن چالاک اور بہت مکار ہے۔

مولوی عبدالہادی مجاہد

دشمن کے نظریات وافکار

اسلام اور کفر کے درمیان جنگ آدم علیہ السلام کے زمانے سے جاری ہے۔ اس جنگ میں ہر طرح کے مادی اور روحانی وسائل کا استعمال کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد کفر کے ہمہ قسم شر سے انسانیت کو بچانے کی ذمہ داری علمائے دین کے پر عائد ہوتی ہے۔ جب تک علمائے دین اسلام کی دعوت کے ساتھ ساتھ کفر کی اقسام اور نظریات لوگوں تک پہنچاتے رہے، عوام کفر کو پہچانتے تھے اس سے بچنے اور اس کے خاتمے کے لیے کوششیں بھی کرتے تھے، لیکن جب سے کفر کی حالیہ شکلوں اور نظریات کی پہچان اور ان کے سدباب کے لیے مؤثر طریقوں کی پہچان کم ہوئی ہے، تب سے عام مسلمان نظریاتی طور پر کافی پسماندہ ہو گئے ہیں۔ اور وہ غیر شعوری طور پر کافروں کے ہتھکنڈوں کے شکار رہتے ہیں۔

معاصر کفر کا ایک خطرناک پہلو یہ ہے کہ وہ اسلامی معاشرے میں کھلے کفر کے نام سے ظاہر نہیں ہوتا، بلکہ وہ ایسے نعروں اور ناموں سے اسلامی ناموں سے جگہ بناتے ہیں کہ بظاہر ان کے ناموں سے کفر کی علامات نظر نہیں آتیں۔ آزادی، جمہوریت، سیاست اور دینیات، ترقی، مساوات، معاشرتی تبدیلی، اظہار رائے اور عقیدے کی آزادی، انسانی حقوق، خواتین کے حقوق، عقلیت، قانونیت، عالمی قوانین، عالمی اصول، سول سوسائٹی اور اس جیسے دیگر ناموں کے ساتھ مسلمانوں کی زندگیوں میں دخیل ہوتے ہیں۔ یہ سب وہ اصطلاحات ہیں، جن میں سے ہر ایک کا مغرب میں اپنا ایک واضح مفہوم موجود ہے، جو سراسر اسلام مخالف ہے۔

گزشتہ ایک صدی میں کمیونزم، سیکولرازم اور لبرل ازم کے پیروکاروں نے اپنے فلسفے، نظریات، سیاسی واجتماعی اصول، فکری و روحانی اقدار مختلف طریقوں سے مسلمانوں میں داخل کیے ہیں۔ ان بدیسی اقدار اور سیاسی واجتماعی نظریات کی تاثیر کی نتیجے میں اسلامی دنیا میں غیروں کی پروردہ ایسی نسلیں جوان ہوئی ہیں، جو سیاست، قوانین، تعلیم، ثقافت، اخلاقیات، روحانی اقدار، عسکریت اور اقتصاد کے میدانوں میں مغرب کے راہ پر چلنے لگی ہیں۔ سیکولر مغرب اور کمیونسٹ سویت یونین اس بات میں کامیاب ہوگئے کہ اسلامی دنیا کو اپنی ایسی کالونی بنائیں، جہاں کے حکام اور نظام اُن کی مرضی کا ہو۔

معاصر کفر کو نہ پہچاننے اور اس حوالے سے غفلت برتنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ملا، طالب، مرشد اور تبلیغی داعی، جنہیں چاہیے تو یہ تھا کہ معاصر کفر کے خطرات سے دنیا کو باخبر کرتے، ان کا بڑا حصہ آج خود لبرل ازم، جمہوریت، سیکولرازم، ہیومن ازم، عیسائیت، استشراقیت، وضعی قوانین، عالمی کفری عسکری و سیاسی معاہدات اور کفر کی دیگر موجودہ اقسام سے بے خبر ہیں۔ اسی لیے ان کے خلاف نہ کوئی جنگ لڑ سکتا ہے اور نہ اس فکری جنگ کو اپنے اہداف میں شامل کر سکتا ہے۔ اگر ہمارے علماء اور مشائخ کا ایک بڑا حصہ یہودیوں کے متعلق معلومات رکھتا ہے تو وہی ڈیڑھ ہزار سال قبل کی معلومات ہیں، جو موجودہ دور میں موجود ہی نہیں ہیں۔ یہ اس لیے کہ آج کی یہودیت، صہیونیت اور ان سے تعلق رکھنے والی عالمی اور مقامی تنظیموں نے تقریبا پوری دنیا کو مختلف طریقوں سے یرغمال بنا رکھا ہے۔ دنیا کے اہم معاملات کا اختیار ان کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح اب نصرانیت بھی وہ پرانا صومعہ اور رہبانیت والا دین نہیں رہا، جس کا عقیدہ کسی خاص حد تک اثر رکھے اور بس، بلکہ نصرانیت اب صلیبیت، تنصیر، استعمار اور ورلڈ آرڈر کی شکل اختیار کر چکا ہے، جو کیتھولک، آرتو ڈوکس، پروٹسٹنٹ کلیساؤں اور دیگر عالمی تنظیموں کے ذریعے مختلف شکلوں میں پوری دنیا میں پہنچ چکا ہے۔ مگر ہمارے مولوی، مدرسے اور خانقاہ کے مرشد کے نصاب میں ان بڑے خطرات کے حوالے سے کچھ بھی نہیں ہے۔

چوں کہ اسکول، یونیورسٹی، مسجد، مدرسہ، خانقاہ اور تبلیغ میں سیکھنے والوں کو کفر کی معاصر اشکال اور ان کے نظریات کے حوالے سے کچھ نہیں پڑھایا جاتا، اس لیے ان دینی اور علمی مراجع سے فارغ التحصیل ہونے والے عام لوگوں کو بھی اس حوالے

سے کچھ نہیں بتا پاتے۔ اسی لیے عوام کا ایک بڑا حصہ ان کفریہ نظریات کے داموں میں مختلف شکلوں سے گھیر لیا جاتا ہے۔ افغانوں نے جہادی مزاحمت کے تسلسل میں بڑے بڑے اعزازات حاصل کیے ہیں، مگر اس کے ساتھ ایک بہت بڑا منفی نکتہ بھی ہے، جس سے ہمیشہ ان کی جہادی تحریک متاثر ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں مزاحمت تو کرتے ہیں، مگر ان کے افکار و نظریات سے مقابلے کے میدان میں پوری صلاحیت اور اہلیت نہیں رکھتے۔ اس کے ثبوت کے لیے مثالیں ڈھونڈنے لگو تو بہت ملیں گی۔

- افغانوں نے چنگیزیوں کا مقابلہ کیا، مگر چنگیز کی فکر اور 'یاسا' نامی قانون کے مقابلے میں کوئی مؤثر فکری مقابلہ نہیں کیا، بلکہ افغانوں نے خود اپنی زندگی میں ایسے رواجوں اور قوانین پر سمجھوتہ کیا ہے، جن میں شریعت، رواجوں، عرف اور اپنی رسومات و نظریات کی ملاوٹ ہے۔ دین کو عبادت کی حد تک مانا ہے، کتاب کو ملا کی ذمہ داری قرار دیا اور جب آپس میں تنازعات ہوتے ہیں تو مقابل فریق سے بجائے اس کے کہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرتے، مقابل فریق سے کہا جاتا ہے کہ 'شریعت پر فیصلہ کرنا چاہتے ہو یا پشتو (یعنی قبائلی نظام) کے مطابق؟ لیکن میں دونوں کے لیے تیار ہوں۔' یعنی شریعت ہو یا غیر شریعت، دونوں کو تسلیم کرتا ہوں۔
- افغانوں نے انگریزوں کے خلاف بہت جنگیں لڑی ہیں اور بہت قربانیاں بھی دی ہیں، مگر انگریزوں کے عقیدے، ان کے اخلاق، سیاسی فکر اور ثقافت کے خلاف کوئی مضبوط علمی، فکری جنگ نہ صرف یہ کہ لڑی نہیں، بلکہ بہت سے دانشور، مفکرین، سیاست دان اور نظام و قلم کے مالک انگریزوں کی راہ پر چلتے دکھائی دیتے ہیں۔
- افغانوں نے ہندوؤں اور سکھوں کے خلاف جنگیں لڑی ہیں۔ ہندوستان کے بہت سے خطوں پر قبضہ کیا۔ دہلی فتح کیا، مگر شرک کی سب سے بری شکل 'ہندوازم' کے خلاف کوئی علمی اور فکری جنگ نہیں کی۔ ہندوازم کے عقائد، اخلاق، مشرکانہ تمدن اور مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے بُرے عزائم، ان سب موضوعات پر تصنیف و تالیف اور فکری جنگ کے لیے کوئی اثاثہ نہیں چھوڑا۔ صرف یہ کہ افغانوں کو ہندوؤں کی ثقافت اور فکر کو ایک مشرکانہ ثقافت کی حیثیت سے متعارف نہیں کرایا گیا، بلکہ نظام اور بااثر شخصیات کی جانب سے شعوری طور پر کوشش کی گئی کہ مسلمانانِ افغانستان کو ہندوستان سے ایک دوست ملک کی حیثیت سے پیوند لگا دیا جائے۔
- افغانوں نے روس کے خلاف بھی بڑی اور طویل جنگ لڑی اور بڑی قربانیاں دے کر اللہ تعالیٰ کی نصرت سے اپنی زمین آزاد کرائی، مگر کمیونزم کی فکر اور عقیدے کے خلاف ایک علمی، فکری اور ثقافتی جنگ نہ ہو سکی۔ ہمارے امام اور مدرس کی ذمہ داری ہے کہ قوم کی تعلیم یافتہ نسل کے سامنے کمیونزم کو کفر کی حیثیت سے متعارف کرائے۔ یہی وجہ ہے کہ افغانستان میں کمیونسٹ اور کمیونزم کے حامی بھی خود کو مسلمان قرار دیتے ہیں اور معاشرہ بھی انہیں کمیونزم پر یقین رکھنے کی وجہ سے کافر نہیں سمجھتا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم کمیونسٹوں کو اپنے معاشرے سے الگ نہ کر سکے، بلکہ آج وہی کمیونسٹ کسی اور شکل میں دوبارہ اسی مسلمان معاشرے پر حاکم ہیں اور اس قوم کو کمیونزم کے خلاف کھڑا ہونے کی سزا دے رہے ہیں۔

کفر کی معاصر شکلوں کو پہچاننے کی ضرورت!

کفر کی اقسام اور نظریات پہچاننا بھی اسی انداز میں ضروری ہے، جتنا ایمان کا پہچاننا ضروری ہے، تاکہ مسلمان صحیح معنوں میں 'اللہ والا' بن جائے۔ ایمان کے مطالبات کے مطابق عمل کرے۔ اسی قدر اہمیت کے ساتھ کفر کی پہچان بھی ضروری ہے تاکہ اس میں مبتلا ہونے سے خود کو بچائے اور ان سے دشمنی کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:

''ينقض عرى الإسلام عروة عروة إذا وُلِدَ فيالإسلام من لم يعرف الجاهلية۔''

اسلام کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹیں گی، جب اسلام میں ایسے لوگ داخل ہوں گے، جو جہالت کو نہیں جانتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت اور کفر کے نہ پہچاننے کو اسلام کی کڑیوں کے ٹوٹنے کا سبب بتایا ہے۔ یہ اس لیے کہ ہو سکتا ہے جہالت کو نہ پہچاننے کے باعث کوئی شخص اسی میں گر جائے اور اسلام سے دشمنی کرنے لگے۔ جیسا کہ موجودہ زمانے میں اس کی مثالیں واضح ہیں۔ تاریخ میں امت نے کفار کے ساتھ لڑی جانے والی مسلسل جنگوں کی وجہ سے اتنا نقصان نہیں اٹھایا، جتنا کفار کی ثقافت، عقائد،

روایات، اخلاق اور سیاست کا شکار ہونے سے سیاسی، معاشی، اقتصادی اور فکری طور پر اٹھایا ہے۔ کفار کے غیر فوجی حملوں نے نے گزشتہ پانچ صدیوں میں مسلسل امت مسلمہ کو سیاسی، فکری، عسکری اور اجتماعی انحطاط کا شکار کیا ہے۔

اللہ تعالی نے سیاسی، فکری، اجتماعی اور عسکری انحطاط کے اس طویل دورانیے کے آخر میں کمیونزم کے خلاف جہاد مسلمانوں کی بیداری کا ذریعہ بنا دیا تھا۔ اس مرحلے میں لوگوں کا ایک حصہ جو خود کو معتدل مسلمان اور جمہوری اسلامی جماعت قرار دیتا تھا، اسلام کے سیاسی فہم سے انحراف کی وجہ سے یا بعض سیاسی مصالح کی خاطر کفار کے مقابلے میں نہیں نکلا۔ ان لوگوں نے اپنے فکری انحراف یا مغرب کی مادی و عسکری قوت کے خوف سے جہادی تحریک سے اپنی راہیں جدا رکھیں۔ مغرب کے ساتھ جڑنے اور ان کے ساتھ عالمی صف میں جگہ بنانے کے لیے ان لوگوں نے جہادی فکر اور یہی پالیسی رکھنے والوں کو شدت پسند، بنیاد پرست، دہشت گرد گروپ قرار دیا، جس سے ان کی مذہبی حیثیت پر بھی سوالات اٹھے اور امت کے بہت سے نوجوانوں کی نظر میں جہادی تحریک کی افادیت بھی مشکوک ہوگئی، جس سے ان دونوں کاموں کا فائدہ دشمن کو ہونے لگا۔

فکری دشمن کا مقابلہ کیسے ہو؟!

دشمن کی فکری جارحیت سے آزادی حاصل کرنے کے لیے فکر، ثقافت اور تعلیمی نصاب کے میدان میں تجربہ قابل تطبیق اقدامات کی ضرورت ہے، جن میں سے کچھ ذیل میں درج ہیں:

- کفار کے سیاسی، اجتماعی اور فلسفیانہ افکار کی پشت پر کھڑے سہاروں کو گرانے اور ان کے مقابلے کے لیے فوری، ہمہ پہلو اور مسلسل کوشش و جنگ ہونی چاہیے۔ یہ اس لیے کہ یہ مسلم نما چہرے اسلامی معاشرے میں غیروں کے افکار کی اشاعت کے پس پردہ کھڑے نہ ہوتے تو دشمن براہ راست ہر فرد کو مخاطب نہیں کر سکتا۔ اس مقابلے کے لیے جہادی صف میں عسکری اور فکری مقابلے کی صلاحیت پیدا کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔
- دینی اور عصری، دونوں نصابِ تعلیم سے پوری باریک بینی اور شدت سے وہ تمام مضامین نکال دیے جائیں، جو کفار کی فکر، ثقافت، سیاست اور ان کے معاشرتی و فلسفیانہ اقدار کا سرچشمہ ہوں۔ اگر حکومت اور متعلقہ ذمہ دار ادارے یہ کام نہیں کرتے تو کم از کم غیر رسمی ادارے ہی یہ کام یقینی بنا لیں۔
- دینی اور دنیاوی تعلیمی اداروں اور مدارس کے نصاب میں کفر کی گمراہی، موجودہ شکلیں اور نظریات جیسے: کمیونزم، سیکولرازم، جمہوریت، لبرل ازم، ہیومن ازم، نیشنل ازم، گلوبلائزیشن، وضعی قوانین اور مغرب کی جانب سے بنائے گئے 'معتدل اسلام' کے رد میں مضامین داخل کیے جائیں اور انہیں معقول، مدلل اور مؤثر انداز میں پڑھایا جائے۔ مسلمان اپنے نصاب میں طلبہ کے لیے کفار کے عقیدے، سیاسی اور اخلاقی انحطاط کی موجودہ واضح شکلیں پیش کریں۔
- میڈیا، معاشرتی رابطے کے وسائل اور صحافت کا مؤثر استعمال اس راہ میں سب سے اہم کام ہے۔ اس لیے کہ یہ ذرائع اس زمانے میں پیغام رسانی اور اجتماعی ذہنیت کی تشکیل کے اہم وسائل ہیں۔ ایک ہی بار میں کئی ملین انسانوں کو مخاطب کیا جا سکتا ہے۔ ان میں مثبت یا منفی تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ مغرب نے انہی وسائل کے ذریعے دنیا کو مسحور کر رکھا ہے۔ بڑے پیمانے پر دنیا کی اقوام کو اپنے زیر اثر لایا ہے۔ امریکا کے مقابلے میں جہادی صف نے ایک حد تک اپنے پیغام رسانی کے کچھ وسائل استعمال کیے، اگرچہ بہت زیادہ پروفیشنل انداز یا وسیع پیمانے پر نہیں تھے، مگر پھر بھی دنیا میں مغرب کا جادو توڑ کر رکھ دیا اور انہی وسائل کے ذریعے دنیا کو اپنی کامیابی اور دشمن کی شکست کے شواہد پیش کر دیے۔
- اسلام کی حقیقی تشریح اور اس سے خرافات کو الگ کرنا، دیگر نظریات سے اس کی پیوندکاری کا راستہ روکنا، یہ سب وہ اہم کام ہیں کہ جہادی نظریے اور اسلامی فکر رکھنے والے اسے اپنے کام میں اولین جگہ دیں۔ آج اسلامی دنیا میں بھی اور افغانستان میں بھی اسلام کے نام پر بہت کچھ ایسا شایع ہو رہا ہے کہ وہ حقیقی اسلام سے بہت دور ہے۔ اسی طرح بہت سے اسلامی اعمال اور عقائد سے لوگ غافل ہو چکے ہیں یا انہیں اہمیت نہیں دیتے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ مسلمان اور خصوصا جہادی صف کے مجاہدین صرف کفار کے جنگجوؤں کو دشمن نہ سمجھیں، بلکہ اصل دشمنی ان کے نظریات سے ہو اور ہر وہ شخص، جو دشمن کے افکار کا علمبردار ہو، اسے بھی دشمن سمجھیں اور اس سے مناسب سلوک کا راستہ اختیار کریں۔ دشمن کے افکار، نظریات، ثقافت، ان کے ساتھیوں اور پیروکاروں کا خطرہ ان کی فوجوں اور جنگجوؤں سے زیادہ ہے۔ فوج تو شکست کھا کر فرار ہو جائے گی، مگر افکار اور پسماندگان ہر حالت میں یہی رہیں گے۔

نعمان لطیف

کابل انتظامیہ امریکی انخلا کی مخالف

ہمارے گاؤں میں ایک شخص تھا، جسے لوگ ہنسی مذاق میں کہتے کہ 'تمہاری اماں جان فوت ہوگئی ہیں۔' وہ یہ سن کر رو پڑتا۔ ایک دن اس سے پوچھا گیا کہ آپ مذاق پر کیوں روتے ہو؟ اس نے کہا کہ 'میں سمجھتا ہوں یہ سب ہنسی مذاق ہے، لیکن ایک دن یہی مذاق حقیقت کا بن کر میری اماں جان کو مجھ سے چھین لے گا۔ یہ بات تب یاد آئی، جب امریکی آغوش میں پلنے والی کٹھ پتلی انتظامیہ امریکا کی شکست پر تلملاہٹ کا شکار ہوتی ہے۔ وہ دن دور نہیں، جب امریکا افغانستان سے الٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہوگا اور یہ کٹھ پتلی یوں ہی یتیم رہ جائیں گے۔ افغانستان کی پیچیدہ جنگ میں مجاہدین کی غیر معمولی استقامت دیکھ کر امریکی سٹپٹا گئے ہیں۔ ہر لمحہ یہی توقع ظاہر کی جاتی ہے کہ وہ افغانستان سے بھاگ ہی جائیں گے۔ افغانستان سے متعلق ٹرمپ کی پالیسی شروع دن سے ہی متزلزل اور غیر یقینی صورت حال سے دوچار ہے۔ وہ انتخابات سے قبل افغانستان سے فوجی انخلا کی باتیں کر رہے تھے، لیکن انتخابات کے بعد وہ بھی بش کے نقشِ قدم پر چل کر مزید فوجی بھیجتے رہے۔ ایک عرصے سے افغانستان کے محفوظ معدنی ذخائر ان کی آنکھوں میں کھٹکتے رہے ہیں۔ اس امید پر جنگی حکمت عملی کا اعلان کیا کہ جنگی اخراجات معدنی ذخائر سے پورے کیے جائیں گے۔

ٹرمپ جنگ کو مزید طول دینا نہیں چاہتے تھے۔ ان کے نزدیک افغان جنگ امریکی عوام پر بے جا اقتصادی بوجھ ہے۔ ٹرمپ کی وہی سوچ تھی، جو واشنگٹن پوسٹ کے ایک مضمون سے ظاہر ہو رہی تھی کہ افغانستان ایک بے قیمت ملک ہے۔ ایک امریکی فوجی کی ہڈیاں بھی اس سے زیادہ قیمتی ہیں۔ اس لیے جنگ کو مزید طول دے کر اپنی ہی فوج کو آگ کی بھٹی میں جھونکنا دانش مندی نہیں ہے۔ دوسری طرف ٹرمپ پر امریکی جرنیلوں کا شدید دباؤ تھا کہ افغانستان کی جنگ میں ان کے مفاد پوشیدہ ہیں۔ اسی کے پیشِ نظر کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کو تشویش لاحق ہے کہ کہیں ان کی اماں (امریکا) فوت نہ ہو جائے اور وہ سیاسی یتیم بن کر مجاہدین کے رحم و کرم پر رہ جائیں۔ یہی وجہ ہے عوامی مقامات پر حالیہ وحشت ناک بمباریاں، داعشی حملوں کے لیے راہ ہموار کرنا اور مجاہدین کی صفوں میں سے کچھ لوگ مجاہدین کو بدنام کرنے پر لگا کر امریکا کو یہ تاثر دینا کہ ہم نے مجاہدین کو مات دے دی ہے اور مجاہدین اب سہمے ہوئے ہیں۔ اس سے کابل انتظامیہ کی یہی بے چینی ظاہر ہوتی ہے۔

افغانستان کی معدنیات پر قبضہ کرنے کے لیے داعش اور دیگر چند بہروپیوں کو افغانستان کے مظلوم مسلمانوں پر مظالم ڈھانے کے لیے میدان میں اتارا گیا ہے، تاکہ لوگوں کو جہاد سے متنفر کیا جائے۔ اس لیے ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ دیہاتی علاقوں میں مجاہدین کے اثر و رسوخ کو کم کیا جائے، تاکہ وہ آسانی سے معدنیات پر قبضہ کر لیں۔ جب کہ افغان عوام یہ تمام سازشیں جان چکے ہیں۔ کٹھ پتلی انتظامیہ افغانستان میں امریکی موجودگی اس لیے ضروری سمجھتی ہے کہ جنگ کے ساتھ اس کے مفادات وابستہ ہیں۔ اس کی روزی روٹی اسی سے چلتی ہے۔ جنگ بارے غلط معلومات پھیلانے کے لیے سیکڑوں قلم کاروں کو کرائے پر ہائر کیا ہوا ہے، تاکہ مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈا کیا جاسکے۔ سابق وزیر مالیات ڈاکٹر عمر زاخیل وال نے پارلیمنٹ میں چیختے ہوئے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا تھا۔ یہ لوگ امریکی موجودگی کے لیے تباہ کن منصوبے بنا رہے ہیں۔ امریکی سرپرستی کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں ملک کی تعمیر و ترقی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ بیرونی ممالک کے بینکوں میں ان کے لاتعداد اکاؤنٹس ہیں۔ انہی ممالک میں مختلف کاروبار کرتے ہیں۔ یہاں صرف کانفرنس اور اجلاس اٹینڈ کرنے کے لیے حاضری دیتے ہیں۔ ان کے بچے بھی بیرونی ممالک میں آرام و سکون کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اگر آج امریکا اپنا بوریا بستر سمیٹ کر نکلنے پر مجبور ہوا تو ان کی سارے کرو فر ختم ہو جائیں گے۔ اس لیے وہ امریکی انخلا کی ہر کوشش ناکام بناتے ہیں۔

بہت سے ایسے مسائل بھی ہیں، جو جارح فوج کے پیدا کردہ ہیں۔ جیسے ہی جارح فوج نکلنے پر مجبور ہو گی، وہ مسائل خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ جو لوگ امریکی انخلا میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں یا پھر ٹرمپ کے لیے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں، ملکی مسائل میں ان کا بھی برابر حصہ ہے۔ انہیں اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ ایک دن امریکا ضرور یہاں سے نکلے گا۔ پھر آپ لوگ کمیونسٹوں کی طرح افغانستان کے اصل مالکوں کے سامنے پیش ہوں گے۔ ہم دعا گو ہیں کہ گشتہ تاریخ کے برعکس امریکا کی افغان ذُریت مجاہدین کے قبضے میں آ جائے، تاکہ ان سے حساب بے باق کیا جاسکے۔

خبیر احمد مجاہد

ملا محمد عمر مجاہد ایک حلیم الطبع انسان

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کو دو مرتبہ قریب سے دیکھا ہے۔ آپ دو مرتبہ قندھار سے صوبہ لوگر آئے تھے۔ یہ وہ وقت تھا، جب کابل فتح نہیں ہوا تھا۔ جنگ ابھی چہار آسیاب، سنگ نویشتی اور ریش خورو کی پہاڑیوں پر شروع جاری تھی۔ آپ کا پہلا سفر صوبہ لوگر کے چہار آسیاب کے سقوط کے غالباً دو ماہ بعد ہوا تھا۔ جب کہ دوسرا سفر تقریباً پانچ ماہ بعد ہوا۔ دونوں اسفار کا مقصد کابل فتح کرنے سے متعلق چہار آسیاب اور میدان شہر کے صفِ اول کے مجاہدین کے ساتھ مشاورت تھا۔ چوں کہ تب ذمہ داریاں اتنی زیادہ نہیں تھیں۔ میں بھی اپنے دوستوں کے ہمراہ صوبہ لوگر میں رہائش پذیر تھا۔ رہنماؤں کی طرف سے جو خدمت سپرد کی جاتی تھی، بخوشی انجام دیتا تھا۔ ملا صاحب کی دونوں مرتبہ آمد کے موقع پر آپ کی خدمت ہماری ذمہ تھی۔ تب ملا صاحب کے ساتھ ملاقات کے وقت ان کی گفتگو سننے کا موقع ملا۔ جب ایک مرتبہ مولانا حسن جان مدنی رحمہ اللہ گورنر ہاؤس میں ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے۔ اور دوسری مرتبہ تب، جب قندھار میں افغانستان بھر سے جید علمائے کرام مجلسِ قضاء سے متعلق ایک اہم مسئلے پر گفت وشنید کے لیے مدعو تھے۔

میں صوبہ لوگر سے دو جید علمائے کرام ساتھ ان کے خادم کے طور پر ساتھ آیا۔ یہاں بھی ملا صاحب کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ملا صاحب مرحوم جب پہلی مرتبہ لوگر آئے تو تب ملا یار محمد گورنر تھے۔ دوسری مرتبہ کے وقت مولوی عبدالکبیر صاحب گورنر تھے۔ آخری بار لوگر میں چوبیس گھنٹے گزارنے کے بعد دوبارہ قندھار تشریف لے گئے۔ یہ چوں کہ بالکل ابتدائی دور تھا۔ پورے صوبہ لوگر میں دو تین گاڑیاں تھیں۔ جب ملا صاحب نے یہ حالت دیکھی تو مولوی عبدالکبیر صاحب سے کہا کہ 'ایک آدمی میرے ساتھ بھیج دیں، تاکہ میں ان کو گاڑی دوں، جس سے آپ کام چلا لیا کریں۔ جس پر مولوی عبدالکبیر نے راقم الحروف اور لوگر ہی کے باشندے مولوی امیر اللہ کو روانہ کیا۔ ملا صاحب نے لوگر میں اپنے ساتھیوں سمیت کوئی پانچ چھ گھنٹے ہیلی کاپٹر کا انتظار کیا، جو قندھار سے آنے والا تھا، لیکن بوجوہ نہ پہنچ سکا۔ بالآخر ملا صاحب نے اپنے پرانے دوست ملا رحمت اللہ شہید، جو سویت یونین کے خلاف جہاد کے وقت سے ملا صاحب کے دوست تھے، سے کہا کہ 'ہمیں قندھار پہنچانے کے لیے آپ اپنی دو فور بائی فور گاڑیاں دے دیں۔' جس پر ملا رحمت اللہ نے ملا صاحب سے ازراہِ تفنن کہا کہ 'اگر آپ ہم سے گاڑیاں لیں گے تو ہم چہار آسیاب تک کیسے جائیں؟' ملا صاحب نے جوابی مزاح میں فرمایا کہ 'سڑک پر عام مسافروں کی گاڑیاں چلتی ہیں، ان میں سوار ہو جائیں۔' اس دوران دوسرے ذمہ دار حضرات جیسے ملا داد اللہ شہید، ملا بور جان شہید، ملا عبدالرزاق اور ملا مشر شہید میں سے ہر ایک نے ملا صاحب کو اپنی گاڑی پیش کی، لیکن آپ نے ملا رحمت اللہ شہید کی گاڑی لی۔

بالآخر لوگر سے براستہ تنگی وردگ قندھار روانہ ہوئے۔ ہم دونوں ساتھی گاڑی میں جگہ بہت تنگ ہونے کی وجہ سے چھت پر سوار تھے۔ راستہ خراب ہونے کی وجہ سے گرد و غبار بہت زیادہ تھا۔ میں نے لوگر کے رہائشی ساتھی سے کہا کہ 'اگر قندھار تک راستے کی یہی حالت رہی تو ہماری بھی حالت خراب ہو جائے گی۔' اس سفر میں ملا صاحب کے دس بارہ محافظ بھی ساتھ تھے۔ جب ہمارا قافلہ تنگی وردگ کی حدود سے نکل گیا تو ہم تھکاوٹ اتارنے کے لیے کچھ دیر رُک گئے۔ جب ہم روانہ ہوئے تو گاڑی میں بیٹھے ساتھیوں نے گنجائش پیدا کر کے ہمیں اندر آجانے کا کہا۔ ہم نے انکار کیا کہ نہیں، ہم یہیں خوش ہیں۔ جس پر ملا صاحب نے بھی ہمیں اندر بیٹھنے کا کہا۔ ہم تعمیلِ حکم میں اندر جگہ لے کر بیٹھ گئے۔ جب ہم وردگ سالار کے علاقے میں پہنچ گئے تو ملا صاحب کے ایک ساتھی نے راستے میں ایک ہوٹل کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ 'اس ہوٹل میں کھانا کھائیں گے۔' ملا صاحب نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور قافلہ دوبارہ رُک گیا۔ پہلے نماز پڑھی گئی۔ بعد ازاں کھانے کے لیے ہوٹل میں داخل ہوئے۔ جب ہم نے کھانا کھالیا تو غالبا ستر یا بچھتر ہزار (کرنسی بے حد ڈاؤن تھی) کا بل بن گیا، جو ملا گل آغا نے ادا کیا۔ اس دوران ملا صاحب نے ان سے کہا کہ 'پانچ ہزار اضافی دے دیں۔ اگر کسی ساتھی نے کوئی چیز زیادہ منگوائی ہو تو اس کی ادائیگی بھی ہو جائے گی۔' ہوٹل سے نکلتے ہوئے میں نے مین سے پوچھا کہ 'اس شخص کو جانتے ہو، جس نے پانچ ہزار روپے زیادہ دینے کا کہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں، یہ طالبان ہیں۔ بہت اچھے لوگ ہیں۔ ہمیشہ کھانے کا بل ادا کر کے جاتے ہیں۔ اس سے قبل دیگر تنظیموں کے لوگ بھی آتے تھے، جو بل بھی ادا نہیں کرتے اور گالیاں بھی دیتے تھے کہ کھانا اچھا نہیں ہے۔ طالبان تو یہاں آتے رہتے ہیں، لیکن ہمارا حق کبھی نہیں مارا۔'

یہاں سے روانہ ہوئے تو کچھ ہی دیر میں اوپر سے ہیلی کاپٹر بھی آگئے۔ ہم نے اشارہ کر کے اُترنے کا کہا، لیکن شاید وہ ہمیں نہیں دیکھ سکے اور لوگر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر مقامی حکام نے انہیں بتایا کہ ملا صاحب زمینی راستے سے گئے ہیں۔ ہیلی کاپٹر واپس آیا اور تقریباً سوا گھنٹے بعد دوبارہ ہمارے سروں سے گزر گیا۔ تب ہم بھی غزنی تک پہنچ گئے تھے۔ ہیلی کاپٹر غزنی شہر کے ائیرپورٹ پر اتر گیا۔ ہم وہیں گئے اور ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر قندھار روانہ ہوگئے۔ تقریباً عشاء کے بعد ہم قندھار ہوائی اڈے پر اترے۔ اس وقت کے وزیر ٹرانسپورٹ اور امارت کے سابق امیر ملا اختر محمد منصور صاحب رحمہ اللہ نے ملا صاحب کا استقبال کیا۔ ملا صاحب نے ان سے ہمارا تعارف کرایا۔ پھر ہم سے کہا آپ کی مرضی ہے، میرے ساتھ شہر جائیں یا یہیں ٹھہریں۔ اتنے میں ملا منصور صاحب نے ملا صاحب سے کہا کہ دونوں ساتھی میرے ساتھ ٹھہریں گے۔ میں صبح آپ کے پاس بھجوادوں گا۔ اُن کے پاس بہت مزے دار اور پُرسکون رات گزاری۔ اگلی صبح ملا منصور کی ہدایت پر ائیرپورٹ کی فلائنگ کوچ میں ملا صاحب کے دفتر پہنچا دیے گئے۔ وہاں پہنچ کر ملا صاحب کو ہمارے آنے کی اطلاع دی گئی تو دس منٹ میں آپ نے قندھار کے گورنر کے نام ایک خط لکھا، جسے بلا کم و کاست نقل کیا جا رہا ہے:

'محترم حاجی آقا کے نام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

صوبہ لوگر کے گورنر کے لیے ایک اچھی سی فور بائی فور گاڑی دے دیں۔

دستخط امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ'

اس کے بعد ہم انحصارات ریاست چلے گئے۔ وہاں بہت سی گاڑیاں کھڑی تھیں، جن میں سے ایک ہمیں دے دی گئی۔ ہم گاڑی لے کر روانہ ہوگئے۔ دوران سفر میں نے امیر المؤمنین کی ایک ایک سرگرمی کو بہت قریب اور پوری توجہ وانہماک سے دیکھا تو مجھ پر تین حقیقتیں عیاں ہوئیں۔ ایک یہ کہ وہ حد درجہ نرم مزاج اور حلیم الطبع انسان تھے۔ دوران سفر اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہایت بے تکلف رہتے تھے۔ کسی طرح کا بڑا پن ان کی شخصیت میں نہیں تھا۔ یوں دِکھتے، جیسے وہ کوئی عام شخص ہوں۔ دوسرا یہ کہ حقوق العباد کے سب سے زیادہ پاس دار تھے۔ اپنے ساتھیوں کے حلال خورد و نوش کے لیے فکر مند رہتے تھے۔ جس کی ایک مثال دوران سفر ہوٹل والے کو بل سے اضافی رقم دینا ہے۔ تیسرا یہ کہ اپنے ماتحت لوگوں پر حد درجہ مہربان تھے۔ جس کی مثال دوران سفر ہمیں گاڑی کی چھت سے اُتار کر اندر بٹھانا ہے۔ ہم سے بار بار پوچھتے کہ 'تنگ تو نہیں ہوئے؟' تاکہ ہم یہ خیال نہ کر سکیں کہ وہ صرف اپنے ہی ساتھیوں کو جانتے اور صرف انہی کا حال پوچھتے ہیں۔ قندھار ائیرپورٹ پر ہم سے تب تک جدا نہ ہوئے، جب تک رات گزارنے کے لیے ہماری مرضی معلوم نہیں کی۔

آپ رحمہ اللہ کے مخالفین طعنہ زن ہیں کہ ملا صاحب کے مزاج میں اکڑپن تھا۔ وہ کسی سے بات کرنا گوارا نہ کرتے تھے۔ وہ تنگ نظر تھے وغیرہ۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ ایک مختصر یادداشت تھی، جسے نقل کیا گیا ہے۔ رب کریم سے دعا ہے کہ وہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے تمام جہادی کارنامے، مصائب، امتحانات اور مشقتیں اپنے دربار میں قبول و مقبول فرمائیں۔ آپ رحمہ اللہ کی محنتوں سے قائم ہونے والی امارت اسلامیہ کی بنیادی مزید مضبوط فرما کر موجودہ امیر المؤمنین حضرت شیخ صاحب کے عمر میں برکت ڈال دیں۔ آمین یارب العالمین

محمد الیاس

مدرسہ، پگڑی، طیارے، بمباری

مذکورہ عنوان دیکھ کر شاید قارئین کو عجیب سا محسوس ہو کہ یہ کیسا عنوان ہے؟! حقیقت یہ کہ افغانستان جیسے ملک میں، جہاں اسلامی شعائر اور دینی مقدسات پر مرمٹنے والوں کی کمی نہیں ہے، وہاں عالمِ کفر کی نہایت بے رحم فوج موجود ہے۔ جس کا مقصد ہی اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہے۔ اس کے ہتھیار طیارے اور بم باری ہیں۔ جب کہ مجاہدین اسلامی و مشرقی روایات کے امین ہیں، جس کی علامت مدرسہ اور پگڑی ہے۔ یوں ان چاروں کے درمیان نہایت گہرا ربط اور تعلق ہے۔

مدرسہ ایک ایسی جگہ ہے، جس کی بنیاد ہی تعلیم و تربیت کے لیے رکھی گئی ہے۔ مدرسہ نسلِ نو کے بہترین مستقبل کی پہلی اینٹ ہے۔ دشمنان اسلام نے اسلامی شعائر اور دینی مقدسات پر ہمیشہ حملے کیے ہیں۔ ان کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ دینی مدارس کو مختلف ناموں کے ذریعے بدنام کیا جائے۔ البتہ نئی نسل کا ضمیر اب تک زندہ و بیدار ہے۔ ملتِ کفر اور اس کے ہم نوا تاحال اپنی سازشوں میں مکمل ناکام ہیں۔

سفید پگڑی معاشرے میں دینی ثقافت، امن و سلامتی اور غیرت و دیانت کی علامت ہے۔ معاشرے میں سب سے زیادہ شریف اور صاحب حیثیت انسان ہی پگڑی پہنتا ہے۔ اسی طرح معاشرے میں علمائے دین، شیوخ عظام، امام مسجد، قومی سربراہ اور صوفیائے کرام ہی سفید پگڑی پہننے کے لائق سمجھے جاتے ہیں۔ لہٰذا کوئی بھی شخص تب تک پگڑی نہیں پہنتا، جب تک اس میں پگڑی کے تقاضے پورے کرنے کی اہلیت پیدا نہ ہو جائے۔ حتیٰ کہ اکثر طالب علم بھی تب تک پگڑی نہیں پہنتے، جب تک ان کی دستار بندی نہیں ہو جاتی۔ جب انتظامی طور پر اُن کا علمی سفر ختم ہوتا ہے، وہ علوم وفنون اور احادیث مبارکہ پڑھ چکتے ہیں تو علمائے کرام، شیوخ عظام اور معاشرے کی صاحب حیثیت شخصیات کی طرف سے اُن کی سر پر پگڑی باندھ دی جاتی ہے۔ جس طرح یونی ورسٹی کے طلباء اختتامی مراحل میں کانووکیشن کے موقع پر خوشی و مسرت کا اظہار کرتے۔ ہیں اسی طرح دینی مدارس کے فضلاء بھی جلسہ تقسیم اسناد میں شاداں وفرحاں ہوتے ہیں۔

طیارے وہ اندھے ہتھیار ہیں، جو کبھی کبھار کٹھ پتلی فوج کے اہل کاروں پر بھی برس جاتے ہیں۔ یہ طیارے ہمارے اُس دشمن نے کابل انتظامیہ کو دیے ہیں، جسے ہمارے آباء واجداد نے سو سال پہلے تاج محل اور دہلی تک مار بھگایا اور اُسے شکست فاش دی تھی۔ جان لینا چاہیے کہ ایک طالب علم یا کسی اسٹوڈنٹ کے ساتھ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ زندگی کے اس اختتامی، لیکن اہم موڑ اور خوشی و مسرت کے موقع پر ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ہمیں کبھی یہ وہم وگمان نہیں تھا کہ ایک طالب علم کے ساتھ اس نوعیت کا ظلم بھی ہو سکتا ہے۔ ہم یہ سمجھتے تھے کہ جدید دور کا انسان کمیونسٹ دور کے ظلم و ستم کے برعکس علماء اور طلباء کے ساتھ مختلف رویہ روا رکھے گا۔ اسے زنجیروں میں باندھ کر ظالمانہ طریقے سے شہید نہیں کرے گا۔

ہمارا خیال تھا کہ کٹھ پتلی انتظامیہ کے دعوؤں کے مطابق اب دینی مدارس آزاد ہو چکے ہیں۔ حصولِ علم کی تمام راہیں کھل گئی ہیں۔ کئی مرتبہ سرکاری طور پر بھی یہ کہا گیا کہ اپنے بچوں کو پردیس میں تعلیم کے لیے نہ بھیجیں۔ اپنے ہی وطن میں زیور تعلیم سے آراستہ کریں۔ ان بیانات کی ابھی بازگشت بھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ علمائے کرام اور طلبائے عظام کے ساتھ ایک عظیم ظلم کیا گیا۔ سانحہ قندوز اس کی پہلی مثال نہیں ہے۔ اس سے پہلے فراہ میں بھی ایک دینی مدرسے پر نہایت بے رحمانہ بمباری کی گئی۔ واقعۂ فراہ سے قبل خوست میں بھی اس وحشی فوج نے کمپائن کے نام پر ایک دینی مدرسے کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا تھا۔ اس سے پہلے وحشی فوج نے کٹھ پتلی انتظامیہ کی معیت میں صفریک نامی علاقے میں بمباری کی۔ ان تمام واقعات میں تقریباً پانچ سو علماء، طلباء اور عوام شہید ہوئے۔ یہ حقیقت ہے کہ امریکی جنگ کا اصل ہدف اسلام ہے۔

سید سعید

جنگی جرائم (مارچ 2019)

3 مارچ 2019 کو حکومتی فورسز نے فاریاب کے ضلع دولت آباد کے علاقے قلعہ قوزی بائی میں ایک مسجد اور کلینک پر حملہ کیا۔

4 مارچ کو قابض اور اجرتی دشمن نے قندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ کے علاقے سرناوہ میں سول آبادی پر چھاپہ مارا جس میں چار افراد شہید اور زخمی ہوئے جبکہ پانچ افراد کو گرفتار کیا گیا۔

5 مارچ کو صوبہ لغمان ضلع پادپش کے علاقے گڑوچ پر امریکی ڈرون حملے میں نو شہری شہید ہوئے۔

5 مارچ کو صوبہ خوست کے ضلع صبریو کے قریب ایک گاؤں میں حکومتی فورسز نے ایک طالب علم کو شہید، اس کے والد سمیت چار افراد کو حراست میں لیا۔

5 مارچ کو ننگرہار کے ضلع شیرزاد کے علاقے گندمک میں قابض امریکی فوج نے چھاپہ مارا، جس کے نتیجے میں پانچ مکانات تباہ اور دو افراد شہید ہوئے۔

7 مارچ کو ہلمند کے ضلع نوزاد کے علاقے تنگی میں حملہ آوروں اور داخلی فوجیوں نے مشترکہ کارروائی کے دوران ایک پیش امام، دو ڈاکٹروں سمیت پانچ افراد کو حراست میں لیا۔

8 مارچ کو ہلمند کے ضلع موسی قلعہ کے علاقے خوجداد میں امریکی ڈرون حملے میں دو افراد شہید ہوئے۔

8 مارچ کو جارحیت پسندوں اور اجرتی فورسز نے صوبہ ننگرہار کے ضلع حصارک کے علاقے ناصر خیل میں چھاپہ مارا، گھروں کے دروازے توڑ دیئے اور قیمتی اشیاء کو لوٹنے کے بعد علاقے پر وحشیانہ بمباری کی جس کے نتیجے میں ڈاکٹر نظر گل کے خاندان کے 13 افراد جن میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے، شہید اور دو زخمی ہوگئے۔

8 مارچ کو جارحیت پسندوں اور افغان فورسز نے غزنی کے ضلع آب بند کے علاقے اصغر اور کوہی پر چھاپہ مارا، ایک مسجد، 13 مکانات اور ایک دوکان کو مسمار کرنے کے بعد 4 افراد کو حراست میں لیا۔

8 مارچ کو سفاک دشمن نے غزنی کے ضلع واغظ کے علاقے بدری اور میر دار میں چھاپے کے دوران 1 مسجد، 10 دکانوں اور 13 مکانات کو تباہ کردیا اور مسجد کے امام کو تین طلبہ سمیت حراست میں لیا، اسی طرح ضلع قرہ باغ کے علاقے باران قلعہ میں بھی متعدد گھروں کے دروازوں کو دھماکہ خیز مواد سے تباہ کرنے کے علاوہ دو شہریوں کو شہید کیا گیا۔

9 مارچ کو بادغیس کے ضلع مرغاب کے علاقے سرخلنگ میں سفاک دشمن کی بمباری میں 4 شہری شہید ہوئے۔

9 مارچ کو پکتیکا کے ضلع برمل کے علاقے رخہ میں قابض فوج نے ایک چھاپے میں آٹھ شہریوں کو شہید کیا۔

12 مارچ کو سیکورٹی فورسز نے ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے ٹنگ پر چھاپہ مارا، گھروں کے دروازوں کو دھماکہ خیز مواد سے اڑایا گیا، چھ افراد کو شہید اور دو افراد کو حراست میں لیا۔

12 مارچ کو اتحادی افواج نے غزنی کے ضلع شلگر کے علاقہ قلعہ شیر میں ایک گاڑی پر بمباری کی جس میں سوار تمام افراد لقمہ اجل بن گئے، مقامی لوگ لاشیں نکالنے کے لئے جب جمع ہوئے تو دوبارہ ان پر بمباری کی گئی جس میں مزید دس افراد شہید ہوئے

12 مارچ کو ہلمند کے ضلع گرشک کے علاقہ قلعہ گز میں امریکی ڈرون طیارے نے حملہ کیا جس میں ایک خاتون سمیت دو افراد شہید ہوئے۔

13 مارچ کو فراہ کے ضلع بکوا کے علاقے اشکین تخت میں اجرتی فورسز کے حملے میں تین افراد (حمید اللہ، تور جان اور نور اللہ) شہید ہوئے۔

13 مارچ کو ارزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ میں قابض امریکی فوج کی بمباری کے نتیجے میں تین افراد شہید ہوئے۔

13 مارچ کو حملہ آوروں نے ہلمند کے ضلع مارجہ میں کرو چار راہی کے علاقے میں ایک گاڑی پر حملہ کیا جس میں سوار تین افراد شہید ہوئے۔

14 مارچ کو پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے سہاکو ہیبت خیل میں دشمن کے مشترکہ آپریشن میں پانچ شہدی شہید ہوئے۔

14 مارچ کو حملہ آوروں اور اجرتی فورسز نے میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے شیخ آباد، زرین خیل، کوڈی، نوری اور خڑیان دیہات پر چھاپہ مارا اس دوران دو مساجد، ایک پیش امام سمیت متعدد افراد کو شہید کیا گیا۔

14 مارچ کو فاریاب کے ضلع شیرین تگاب کے علاقے فیض آباد میں پولیس کی فائرنگ سے ایک خاتون، ایک بچہ سمیت چار افراد شہید ہوگئے۔

16 مارچ کو قندوز کے چہار درہ کے علاقے خلازیی میں قابض فوج کی بمباری میں سات افراد شہید اور زخمی ہوئے۔

16 مارچ کو خوست کے ضلع باک کے علاقے سمن خیل میں فورسز کی کارروائی میں حاجی لونگ نامی قومی شخص شہید ہوا۔

17 مارچ کو اجرتی فورسز نے زابل کے ضلع شہر صفا میں حاجی عبدالجبار کا گھر تباہ کیا جس میں چار کسان شہید ہوئے۔

17 مارچ کو افغان فورسز نے خوست کے دارالحکومت کے قریب پیر کلی کے علاقے میں فورسز نے ایک دینی مدرسہ پر چھاپہ مارا، ایک طالب علم کو شہید اور تین طالب علموں کو حراست میں لیا۔

18 مارچ کو حملہ آوروں نے میدان وردگ کے ضلع نرخ کے علاقے خواجہ بلند میں قابض فوج نے ایک گاڑی پر بمباری کی جس میں سوار تمام افراد شہید ہوئے۔

19 مارچ کو دشمن کی مشترکہ کارروائی میں زابل کے ضلع شہر صفا کے علاقے فولاد گاوں میں ڈاکٹر عبدالحمید کو گرفتار، اس کے بھائی کو شہید اور دو خواتین کو زخمی کردیا۔

20 مارچ کو پکتیکا کے ضلع چار بران کے سپینہ گاؤں میں قابض فوج کے چھاپے میں پیش امام مولوی محمد یوسف سمیت تین افراد حاجی عبدالبصیر اور جلال الدین شہید ہوئے۔

20 مارچ کو حملہ آوروں نے ہلمند کے ضلع گرشک کے علاقے قلعہ گز کنجک میں قابض فوج کی بمباری میں دو افراد شہید ہوئے۔

20 مارچ کو ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے شرافت میں قابض امریکی فوج نے طالبان کے زیر اہتمام ایک جیل پر حملہ کیا جس میں پولیس اہل کار سمیت جرائم پیشہ عناصر قید تھے جس میں درجنوں قیدی شہید ہوئے۔

22 مارچ کو قندوز کے دارالحکومت کے قریب تیلاوکہ میں قابض فوج کی بمباری میں 13 شہری شہید ہوئے جس کے خلاف عوام نے احتجاجی ریلی نکالی اور مظاہرہ کیا۔

23 مارچ کو غزنی کے ضلع زنخان کے علاقے گوگیر اور فقیر پر قابض امریکی فوج نے چھاپہ مارا جس میں ایک دینی مدرسہ اور مسجد، چھ طالب علموں کو شہید اور تین افراد کو زخمی کردیا۔

23 مارچ کو ننگرہار کے ضلع بہسود کے علاقے گردی کچ میں قابض امریکی فوج اور افغان فورسز کی مشترکہ کارروائی میں 6 افراد شہید اور زخمی ہوئے۔

23 مارچ کو فاریاب کے ضلع المار کے علاقے بازار میں پولیس کی فائرنگ سے ایک شخص خیر محمد شہید ہوا۔

24 مارچ کو نورستان کے ضلع نور گرام کے علاقہ دمہ گل میں فورسز کی فائرنگ سے پانچ شہری شہید اور زخمی ہوئے۔

25 مارچ کو ہلمند کے ضلع گرشک کے علاقے شورکی میں قابض امریکی فوج کے ڈرون حملے میں چار خواتین اور تین بچوں سمیت 8 افراد شہید ہوئے۔

25 مارچ کو قندز کے دارالحکومت کے قریب اوبز قندہاری کے علاقے میں امریکی فوج کی بمباری میں دو مساجد کے پیش امام شہید ہوئے۔

25 مارچ کو جارحیت پسندوں اور اجرتی فورسز کی مشترکہ کارروائی میں کابل کے ضلع سروبی کے علاقے گرگو قلعہ کلان میں خواتین اور بچوں سمیت 14 افراد شہید اور زخمی ہوئے۔

25 مارچ کو ننگرہار کے ضلع شیرزاد میں قابض امریکی فوج کے حملے میں پانچ شہری شہید اور متعدد افراد زخمی ہوئے۔

30 مارچ کو غزنی کے ضلع شلگر کے علاقے یرگٹو میں فورسز نے ملانوح بابا کالج پر حملہ کیا جس میں ایک استاد سمیت چار طلبہ شہید 11 طالب علم زخمی ہوئے۔

ذرائع: "بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور بینوا ویب سائٹس"۔

احمد فارسی

افغانستان مارچ 2019 میں

(نوٹ :.اس تحریر میں صرف ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل رپورٹ مرتب کی گئی ہے جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے ،مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لئے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں)

مارچ 2019 میں مجاہدین نے دو اضلاع اور متعدد فوجی اڈوں ، درجنوں چوکیوں کو فتح کرنے کے علاوہ سینکڑوں فوجیوں اور پولیس اہلکاروں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا اسی طرح اسی مہینے میں امن مذاکرات بھی منعقد ہوئے۔ تاہم مارچ کے مہینہ میں قابض امریکی فوج اور اجرتی فورسز کی جانب سے معصوم شہریوں کے قتل عام، چھاپوں اور ظالمانہ فضائی حملوں کا سلسلہ جاری تھا جس کے باعث نہتے شہریوں کو بھاری جانی و مالی نقصان ہوا۔

درج ذیل سطور میں ان واقعات کی تفصیلات کے علاوہ دیگر اہم موضوعات بھی پڑھ سکتے ہیں۔

حملہ آوروں کا جانی نقصان:

21 مارچ کو امارت اسلامیہ نے ایک اعلامیہ جاری کیا جس کے مطابق گزشتہ سال کے دوران 387 قابض فوجی مجاہدین کے حملوں میں ہلاک ہوئے ہیں، اگلے روز قابض فوج نے اپنے دو فوجیوں کی ہلاکت کا اعلان کیا، اسی روز قندوز میں بھی مجاہدین کے حملے میں پانچ امریکی فوجی ہلاک ہوئے، 18 مارچ کو پروان کے ضلع بگرام میں دشمن کا ایک جاسوس طیارہ مجاہدین نے مار گرایا، تاہم دشمن نے مجموعی طور پر ہمیشہ اپنی ہلاکتوں کو چھپانے کی کوشش کی ہے جبکہ اصل حقیقت اس کے برعکس ہے۔

اجرتی فورسز کا نقصان:

4 مارچ کو قندھار میں پارلیمنٹ کے لئے نامزد امیدوار ہلاک ہوا، 19 مارچ کو مجاہدین نے ایک کارروائی میں ننگرہار کے ضلع رودات میں ایک کمانڈر کو ہلاک کر دیا، 11 مارچ کو پارلیمنٹ کے لئے نامزد ایک وار امیدوار لقمہ اجل بنا، 13 مارچ کو نامعلوم افراد کی فائرنگ سے فراہ میں ایک آفسر نشانہ بنا اور اگلے روز ہلمند کے ضلع مارجہ میں قابض امریکی فوج کی بمباری میں محکمہ تعلیم کا ایک افسر جاں بحق ہوا، 16 مارچ کو ہلمند کے دارالحکومت لشکر گاہ میں ایک کمانڈر اور قندہار میں بھی ایک کمانڈر ہلاک ہوا، 18 مارچ کو مجاہدین کے حملے میں صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک میں ایک سیکورٹی افسر ہلاک ہوا، 23 مارچ کو نامعلوم افراد نے قندہار میں رکن پارلیمنٹ عبیداللہ بارکزئی کو ہلاک کر دیا، 25 مارچ کو صوبہ فاریاب کے ضلع شرین تگاب میں مجاہدین کے حملے میں ایک سیکورٹی افسر نشانہ بنا، 29 مارچ کو غزنی میں بھی ایک کمانڈر ہلاک ہوا۔

دشمن کی طرف سے عوام پر مظالم:

جیسا کہ کہا گیا ہے کہ مارچ میں قابض اور اجرتی دشمن کی جانب سے نہتے شہریوں پر چھاپوں اور وحشیانہ حملوں میں درجنوں مظلوم شہری، خواتین اور بچے شہید ہوئے، اس سلسلے میں 6 مارچ کو قابض امریکی فوج نے ننگرہار اور

لغمان میں دو واقعات میں 11 شہریوں کو نشانہ بنایا، 8 مارچ کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ قابض امریکی فوج نے میدان وردگ کے ضلع سید آباد، ننگرہار اور غزنی میں کم از کم 26 افراد کو شہید کر دیا، مارچ کے مہینہ میں دشمن کی سفاکانہ کارروائیاں جاری تھیں اور ہر روز ایسے دلخراش واقعات رونما ہوتے تھے، دشمن، یوناما اور کابل انتظامیہ نے بھی ان میں کچھ واقعات کا اعتراف کیا، اسی طرح امارت اسلامیہ نے بھی 30 مارچ کو ایک اعلامیہ جاری کیا کہ سفاک دشمن سے ان واقعات کا بدلہ ضرور لیا جائے گا۔

مزید تفصیل امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ میں شہری ہلاکتوں کی رپورٹ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

الخندق آپریشن:

یکم مارچ کو مجاہدین نے ہلمند میں شوراب امریکی فوجی اڈے پر فدائی حملہ کیا جو دو دن تک جاری رہا جس میں 397 ملکی و غیر فوجی ہلاک ہوئے، اس کامیاب کارروائی میں 15 پائلٹ سمیت 137 امریکی فوجی ہلاک ہوئے، اس کے علاوہ طیاروں، ٹینکوں، ریڈار اور دیگر فوجی وسائل کو بھی بڑے پیمانے پر نقصان پہنچا

4 مارچ کو قندوز کے ضلع امام صاحب میں مجاہدین نے ایک فوجی اڈہ اور دو چوکیوں کو فتح کرنے کا اعلان کیا۔ 11 مارچ کو مجاہدین نے بادغیس کے ضلع بالا مرغاب میں ایک فوجی اڈہ اور تین چوکیاں فتح کیں، اگلے روز بغلان، سمنگان، فراہ اور بادغیس میں مجاہدین نے اہم فتوحات حاصل کیں، 23 مارچ کو کاپیسا کے ضلع نجراب میں مجاہدین نے 25 چوکیاں فتح کیں، اسی روز ہلمند کے ضلع سنگین میں بھی مجاہدین نے دو فوجی اڈوں کو فتح کرنے کی خبر شائع کی، 25 مارچ کو مجاہدین نے صوبہ زابل کے ضلع سیوری کو فتح کرنے کا اعلان کیا، 30 مارچ کو بدخشان کے ضلع ارغنجواہ بھی فتح ہوا، اس کے علاوہ مارچ میں مجاہدین نے مختلف صوبوں میں اہم فتوحات حاصل کیں۔

امریکہ کے ساتھ امارت اسلامیہ کے امن مذاکرات:

یکم مارچ کو نیویارک ٹائمز نے ایک خبر شائع کی کہ امریکہ پانچ سال میں اپنے تمام فوجیوں کو افغانستان سے واپس بلانے پر غور کر رہا ہے، تاہم امارت اسلامیہ نے وضاحت کی کہ پانچ سال کے دوران امریکی انخلاء کے حوالے سے امریکہ نے اس کو آگاہ نہیں کیا ہے۔

3 مارچ کو امارت اسلامیہ نے ایک اعلامیہ جاری کیا کہ امریکہ کے ساتھ امن مذاکرات احتیاط کے ساتھ کر رہے ہیں، جس میں افغانستان سے امریکی انخلاء اور انسداد دہشت گردی دو اہم موضوعات ایجنڈا میں شامل ہیں، 6 مارچ کو واشنگٹن ٹائمز نے ایک خبر شائع کی کہ طالبان نے امریکہ کی جانب سے تین سال سے پانچ تک کی مدت میں امریکی فوج کے انخلاء کا مطالبہ مسترد کر دیا ہے، 12 مارچ کو امریکہ اور طالبان کے درمیان 16 روز پر مشتمل طویل مذاکرات کا دور اختتام پذیر ہوا، امارت اسلامیہ نے ان مذاکرات میں پیشرفت کی خبر شائع کی۔

جمہوریت کی کامیابی:

حال ہی میں کچھ لوگوں اور گروہوں کو یہ اندیشہ ہے کہ امریکہ اور طالبان کے درمیان امن مذاکرات کی کامیابی کے نتیجے میں قابض فوج کے انخلاء کے بعد گزشتہ 18 سالوں کے دوران حاصل کی گئی کامیابیاں اور جمہوریت کو دھچکہ نہ لگے، پیک خبر رساں ادارے نے 13 مارچ کو ایک خبر شائع کی کہ کابل انتظامیہ میں شامل 80 فیصد خواتین کو جنسی تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح وزارت صحت کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ ایک سال کے دوران سینکڑوں خواتین ایڈز کی بیماری سے دوچار ہوئیں ان کے واقعات محکمہ صحت کے مختلف مراکز میں رجسٹرڈ ہوئے ہیں۔

مارچ 2019 میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اجنٹوں کے مردار	اجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندھار	85	0	0	0	159	29	37	2	0	
2-	ہلمند	228	1	138	19	553	573	156	31	29	
3-	زابل	39	0	0	0	73	17	17	0	3	
4-	روزگان	12	0	0	0	41	8	0	1	0	
5-	ہرات	28	0	0	0	49	24	16	0	1	
6-	فراہ	38	0	0	0	24	25	15	2	2	
7-	بادغیس	27	0	0	0	90	64	0	3	18	
8-	نیمروز	15	0	0	0	19	7	1	0	1	
9-	غور	8	0	0	0	7	18	2	0	0	
10-	فاریاب	22	0	0	0	55	54	3	3	4	
11-	کونڑ	19	0	0	0	8	5	1	0	0	
12-	نورستان	2	0	0	0	2	5	0	0	0	
13-	غزنی	21	0	0	0	55	19	4	0	0	
14-	خوست	34	0	0	0	29	23	10	0	0	
15-	میدان ورگ	5	0	0	0	9	5	2	0	0	
16-	لوگر	15	0	0	0	20	22	8	0	0	
17-	کاپیسا	17	0	0	0	30	13	2	0	0	
18-	پکتیا	30	0	0	0	29	27	6	0	0	
19-	پکتیکا	4	0	0	0	0	4	0	0	0	
20-	ننگرہار	33	0	0	0	34	54	4	0	0	
21-	لغمان	30	0	0	0	22	22	6	0	0	
22-	کابل	15	0	0	0	7	18	11	0	0	
23-	پروان	8	0	0	0	3	0	1	0	0	
24-	قندوز	31	0	7	7	120	72	7	5	2	
25-	بغلان	25	0	0	0	48	34	28	1	2	
26-	تخار	6	0	0	0	16	20	7	1	0	
27-	سمنگان	5	0	0	0	7	8	1	0	0	
28-	بدخشان	6	0	0	0	8	7	0	2	0	
29-	جوزجان	7	0	0	0	11	0	1	0	0	
30-	بلخ	33	0	0	0	72	65	8	2	0	
31-	بامیان	0									
32-	سرپل	7	0	0	0	44	54	5	0	0	
33-	دای کنڈی	2	0	0	0	0	3	0	0	0	
34-	پنج شیر										
مجموعہ		857	1	145	26	1644	1299	359	53	62	

SHARIAT
Monthly Islamic Magazine
7th Year April 2019

روس کے آگ اُگلتے ٹینکوں سے کھیلتے یہ افغان بچے-----

امریکا کے لیے عبرت کی ایک بہترین مثال ہیں!